عطاء النبی

لإفاضة أحکام ماءِ الصبی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی

قدس سرہٗ

ولادت: ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء وفات: ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء

تعلیق وترتیب جدید

محمد مصطفی رضا قادری مصباحی (سری لنکا)

فاضل الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی) الہند

بچے کے حاصل کردہ پانی کے متعلق ایک نایاب تحقیق
مسمّٰی باسم تاریخی

عطاء النبی

لإفاضة أحكامِ ماءِ الصبی

۱۳۳۴ھ

از

امامِ اہلِ سنت مجددِ دین وملت
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی
قدس سرہٗ

تعلیق وترتیب جدید

محمد مصطفیٰ رضا قادری مصباحی (سری لنکا)
فاضل الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی) الہند

عطاء النبی لإفاضة أحکام ماء الصبی

ATAĀ UN NABI LI IFĀZATI AHKAAMI MĀ IS SABY

By- Imam Ahmad Raza Khan Qadiri (RadiAllahuAnhu)

Printed by Haji Muhammad Zafar Siddique Razvi *(Colombo, Sri-Lanka)* on the Occasion of Jashne Dastaar e Fazeelat of their son Maulana Mustafa Raza Qadiri Misbahi in 2014.
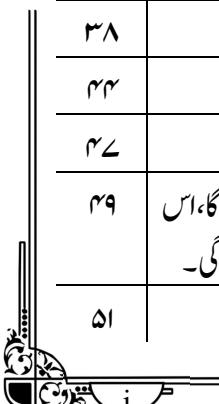
Design and Typesetting by:- Payami Graphics, Mubarakpur, India.

WWW.FACEBOOK.COM/HMRESEARCHACADEMY | HAFIZEMILLAT.RA@GMAIL.COM

+919918340432/+919415319445

فہرست

تہدیہ

امامِ اہلِ سنت مجدد دین وملت
الشاہ امام احمد رضا خان فاضلِ بریلی رضی اللہ عنہ

و

جلالۃ العلم حافظِ ملت علامہ الشاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ
(بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور)

و

جملہ اکابرِ اہلِ سنت کے نام

اور

برائے ایصالِ ثواب
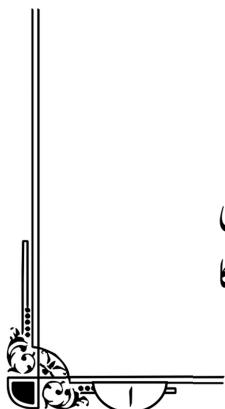
داداجان حاجی صدیق ابراہیم مرحوم
دادی جان حاجیانی حوّا صدیق مرحومہ
ناناجان حاجی احمد سلیمان مرحوم
وجملہ مرحومین ومرحومات

محمد مصطفیٰ رضا قادری
کولمبو، سری لنکا

شرف انتساب

تاجدارِ اہل سنت و رہبرِ راہ شریعت

مرشدی تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی **اختر رضا خان** قادری ازہری

مدظلہ العالی

فاتحِ کولمبو حضرت علامہ مفتی **انور علی رضوی** مدظلہ العالی (کرناٹک)

والدین کریمین

اساتذۂ کرام

اور تمام احباب و متعلقین کے نام
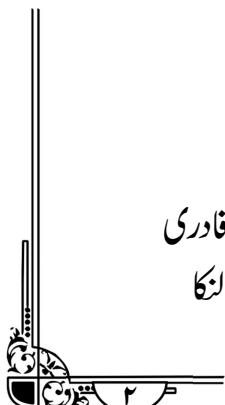
جنھوں نے

میرے علمی سفر کو کامیاب بنانے کے لیے

دعاؤں سے نوازا

محمد مصطفیٰ رضا قادری

کولمبو، سری لنکا
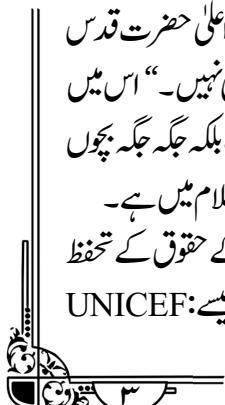
عرضِ حال

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اسلام ایک دینِ فطرت ہے۔ اسلام نام ہے مکمل ضابطۂ حیات کا، اسلام نام ہے اس دین کا جو روئے زمین کی ہر متحرک و غیر متحرک شے کے حقوق کا پاسبان ہے۔ جس طرح اسلام مرد و عورت، شوہر و زن اور والدین وغیرہ کے حقوق کے تحفظ کا پیغام دیتا ہے، اسی طرح اسلام بچوں کے حقوق کے تحفظ کا بھی حکم دیتا ہے۔

آج ہمارے معاشرے میں بچوں سے ایسی خدمات لی جاتی ہیں جس کے نہ وہ مکلّف ہوتے ہیں اور نہ ہی اس کی طاقت رکھتے ہیں۔ پڑھنے پھلنے کی عمر کے بچوں کو کام پہ لگا دیا جاتا ہے اور عذر غربت کا بتایا جاتا ہے۔ لیکن ایک بار بھی بچہ کا والد یا ولی یہ نہیں سوچتا کہ اِس بچہ کو کھلانے کی ذمہ داری میری ہے۔ آج کل ہر ایک صرف اپنے حقوق کے طلب میں لگا رہتا ہے اور اپنے اوپر واجب دوسروں کے حقوق کو بھلا بیٹھتا ہے۔ کیا اسلام ہمیں اس کی تعلیم دیتا ہے؟ اسلام تو ہر ایک کے حق کی پاسبانی کا پیغام دیتا ہے۔ اس کی ایک مثال زیرِ نظر رسالہ ”عطاء النبی لِاِفاضۃ اَحکامِ ماءِ الصبی“ ہے، جو نابالغ کے بھرے ہوئے پانی کے احکام کی تشریح کرتا ہے۔ یہ رسالہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ کے بحرِ بیکراں ”فتاویٰ رضویہ“ کی ایک نہر ہے۔ یہ ایک ایسی نایاب تحقیق ہے جو بقول اعلیٰ حضرت قدس سرہ ”کتابوں میں اس کی مکمل تفصیل تو درکنار بہت سی صورتوں کا ذکر بھی نہیں۔“ اس میں صرف بچوں کی ملکیت کے پانی کے مسائل ہی بیان نہیں کیے گئے ہیں، بلکہ جگہ جگہ بچوں کے ان حقوق کو بھی روشن کیا گیا ہے جن کا شعور صرف و صرف مذہب اسلام میں ہے۔

آج بہت سی ایسی تنظیمیں وجود میں آگئی ہیں جو دنیا کے سامنے بچوں کے حقوق کے تحفظ کے ٹھیکے دار بنی ہوئی ہیں، اور ان میں سے اکثر اہلِ مغرب کی قائم کردہ ہیں جیسے: UNICEF

وغیرہ۔ ان کا زیادہ تر میلان مسلمان بچوں کے حقوق کے تحفظ کی طرف ہوتا ہے۔ انھوں نے دنیا بھر میں جگہ جگہ مشنریس (Missionaries) قائم کر رکھی ہیں اور ان میں غریب بچوں کو معمولی فیس یا بغیر کسی فیس کے تعلیم دیتے ہیں۔ ان سب کے پیچھے اُن کا یہی مقصد ہوتا ہے کہ وہ بچوں کو اپنے ہم خیال بنالیں۔ یہ بچے جب سنِ شعور تک پہنچتے ہیں تو ان کے عادات واطوار اور ان کی سوچ بالکل ان عیسائیوں کی سی ہوتی ہے۔ کچھ تو عیسائی بن جاتے ہیں، اور اگر نہیں، تو ان کے دلوں میں اُس دین کے لیے ایک نرم گوشہ ضرور ہوتا ہے۔

انھیں سب حالات کے پیشِ نظر اس فقیر نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اس رسالہ کی طباعت کا عزم کیا، اس امید پر کہ ہمارے علما و دانشوران اس موضوع پر توجہ فرمائیں گے۔ اس رسالہ کو ہم نے فتاویٰ رضویہ جلد دوم (مترجم) مطبع رضا اکیڈمی ممبئی سے نکال کر از سر نو کمپوز کرایا اور اس میں مندرجہ ذیل کام کیے:

(۱)-تمام احادیث وفقہی جزئیات کا اصل سے مقابلہ۔

(۲)-بنظر عمیق پروف ریڈنگ۔

(۳)-فہرست سازی۔

(۴)-مصادر و مراجع کی فہرست۔
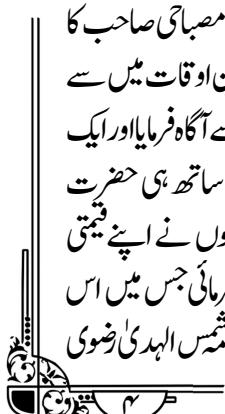
(۵)-حاشیہ میں مشکل الفاظ کا حل۔

(۶)-ایک نئی دل کش ترتیب اور تزئین۔

نوٹ: اس رسالے میں تمام احادیث وفقہی عبارتوں کا ترجمہ حضرت مفتی سید شجاعت علی پاکستان کا ہے۔

میں تہِ دل سے شکر گزار ہوں استاذ گرامی قدر علامہ مفتی ناظم علی رضوی مصباحی صاحب کا جنھوں نے اس کارِ خیر کے لیے میری رہنمائی فرمائی اور اپنی مصروف ترین اوقات میں سے کچھ وقت نکال کر پوری کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کیا، کتابت کی غلطیوں سے آگاہ فرمایا اور ایک نہایت ہی مفید مقدمہ لکھ کر اس کتاب کی افادیت میں اور اضافہ فرمایا۔ ساتھ ہی حضرت علامہ مولانا صدر الوریٰ رضوی مصباحی صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنے قیمتی اوقات میں سے کچھ وقت نکال کر اس رسالہ پر ایک ”تقریب“ تحریر فرمائی جس میں اس رسالہ کا پورا نچوڑ ہے۔ اور میں ممنون و مشکور ہوں استاذ گرامی حضرت علامہ شمس الہدیٰ رضوی

مصباحی صاحب (حفظہم اللہ تعالیٰ) کا، کہ انھوں نے اپنی کثیر مصروفیات کے باوجود اس رسالہ پر گراں قدر تقریظ قلم زد فرما کر اس فقیر کی حوصلہ افزائی فرمائی۔
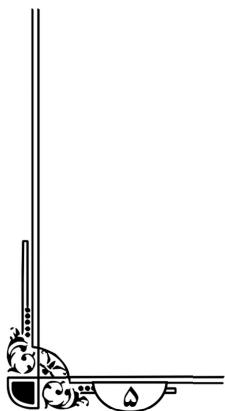
بڑی ناسپاسی ہوگی اگر بھول جاؤں اپنے والدین کریمین کو جنھوں نے حصول علم دین کے لیے مجھے آمادہ کیا اور ہر طرح کی ضروریات پوری کی۔ اور میرے اساتذۂ گرامی کو جنھوں نے علم و حکمت کے گوہرِ نایاب سے میرے دامنِ مراد کو بھر دیا۔ ساتھ ہی ان تمام حضرات کا شکر گزار ہوں جنھوں نے اس رسالہ کی اشاعت کی مراحل میں میری مدد کی اور مفید مشوروں سے نوازا۔ خصوصاً مولانا سلیم احمد مصباحی، گجرات، مولانا فاضل رضا مصباحی کرناٹک اور مولانا شمیم اختر مصباحی اڑیسہ کا۔ خدائے تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس خدمت کو قبول فرمائے اور اس کے افادہ کو عام و تام فرمائے۔

گدائے تاج الشریعہ
مصطفیٰ رضا قادری مصباحی (کولمبو، سری لنکا)
فاضل الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور
۲۵؍ ربیع الآخر ۱۴۳۵ھ

تقریظِ جلیل

از: حضرت علامہ مفتی **شمس الہدیٰ** مصباحی، استاذ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

الحمد للہ و الصلاۃ و السلام علی نبیہ و علیٰ اٰلہ و صحبہ و بعد

امامِ اہلِ سنن، فخرِ زمین و زمن، ماہرِ علم و فن، ماحی بدعات و فتن، مجدد اعظم بریلوی قدس سرہ القوی نے جس موضوع پر بھی اپنا قلم فیض رقم اٹھایا اس کے تمام تر احتمالی گوشوں کو قوت استدلال سے مکمل طور پر ایسا واشگاف فرمایا کہ موافق فرط انبساط سے مست اور مخالف ورطہ حیرت میں دم بخود، سچ فرمایا گیا۔ ؏ "جس سمت آگئے ہیں؛ سکّے بٹھادیے ہیں"

زیر نظر کتاب مستطاب "عطاء النبی لِاِفاضۃ اَحکام ماء الصبی" جسے آپ نے ۱۳۳۴ھ میں ثبت قرطاس فرمایا۔ حقوق نابالغاں کے بیان میں ایسا تحفۂ نایاب اور عطیہ نادرہ ہے کہ سیکڑوں کتب ائمہ دین کی ورق گردانی کرڈالیے اور لائبریریاں چھان ڈالیے مگر اس باب میں چند سطور کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اور خاص کر مغرب کے حکمراں جنھوں نے "حقوق طفلاں" کے حوالہ سے بڑے بڑے ادارے قائم کر رکھے ہیں اور خطیر رقوم اس راہ میں صرف کرتے ہیں اگر اس رسالہ نافعہ عالیہ کا بنظر غائر مطالعہ کرلیں تو ان کے دل و دماغ کے دریچے وا ہوجائیں اور عظیم مسلم اسکالر محقق بریلوی قدس سرہ کو داد تحسین اور خراج عقیدت پیش کرنے پر فخر محسوس کریں اور ان کی زلف فکر و نظر کی اسیری اپنے لیے سعادت سمجھیں اور بارگاہِ رضا میں اپنی جبین جبروت خم کرنے پر مجبور ہوجائیں۔

درج ذیل سطور میں دو چند قطرۂ عطر تحقیق آپ بھی لیں پھر دیکھیں کہ آپ کا مشامِ جاں کس حد تک معطر ہوتا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

پانی کی تین قسم ہیں: "(۱) مباح غیر مملوک (۲) مملوک غیر مباح (۳) مباح مملوک" پھر ہر ایک کی مثالیں اور احکام بیان فرماکر قسم اول کی نو صورتوں کا ذکر کیا پھر اکتیس تک پہنچایا اور نابالغ کے بھرے ہوئے پانی کو بتیس سے لے کر پینسٹھ سے زائد انواع قلم بند فرمائے، پھر

اٹھارہ سے زیادہ تنبیہات کے ذریعہ بہت سی غلط فہمیوں کو زائل کیا اور اس پر مستزاد ''اقول'' کے عنوان سے تحقیقات عالیہ کے جو درر و لالی بکھیرے ہیں وہ تو ارباب فکر و دانش کے لیے قابل دید ہیں۔

ایک طبقہ میں مشہور ہے کہ نابالغ بچے کی کوئی چیز کسی کو کسی طور پر استعمال کرنا جائز نہیں حتیٰ کہ اس کے والدین کے لیے بھی روا نہیں، اور ایک بڑا حلقہ بلا جھجک اس کے استعمال میں مبتلا ہے۔ امام محقق قدس سرہ نے اس افراط و تفریط کا رد فرما کر راہ اسلم، قوم مسلم کے لیے پیش فرمایا ہے: ''اذا اھدی الصغیر شیئًا من الماکولات روی عن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ أنہ یباح لو الدیہ'' کذا فی جامع احکام الصغار و خلاصۃ الفتاویٰ و بزازیۃ. پھر عرف و عادت کا بھی خاص دخل ہے کہ لوگ کچھ ہدیہ دینے میں ماں، باپ کے ساتھ حسن سلوک کا قصد کرتے ہیں مگر اسے معمولی سمجھ کر بچے کے ہاتھ میں رکھ دیتے ہیں۔

مزید فرماتے ہیں: یہاں سے استاذ سبق لیں، معلموں کی عادت ہے کہ بچے جوان کے پاس پڑھنے یا کام سیکھنے آتے ہیں ان سے خدمت لیتے ہیں یہ بات باپ دادا یا وصی کی اجازت سے جائز ہے جہاں تک معروف ہے۔ الخ۔

قابل صد تحسین اور لائق مبارک باد ہیں عزیز مکرم مولانا محمد مصطفیٰ رضا سلمہٗ ربہ، (کولمبو) کہ انھوں نے اس اہم ترین رسالۂ مبارکہ کو تالیف سے تقریبًا سو سال بعد بموقع دستار فضیلت در عرس عزیزی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ (یوپی) انڈیا، نیز جشن شادی خانہ آبادی عروس البلاد ممبئی پر طبع کرایا اور حاشیہ میں تسہیل مشکل اور ایضاح مبہم کا عمل کر کے اس کے افادہ کو مزید عام کر دیا ہے۔

خدائے تعالیٰ اس خدمت جلیلہ کو شرف قبول بخشے اور مرشدی الکریم سرکار مفتی اعظم قدس سرہ کے ہمنام ہونے کی برکات و رحمات و سعادات سے موصوف کو مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلاۃ واکرم التسلیم۔

دعا گو و جو: شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی) ہند

۱۱ ؍ ربیع الغوث ۱۴۳۵ھ

کلماتِ دعاو تحسین

از: مفتی نورالحسن نوری حفظہ اللہ -(سابق پرنسپل مدرسہ فیض رضا، کولمبو سری لنکا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ---- حامدًا ومصلیًا ومسلمًا

سرکار اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھے۔ مختلف علوم وفنون پر مشتمل ایک ہزار سے زائد کتابیں آپ کی رفعت وعظمت کی گواہی دیتی ہیں، اہلِ علم وعرفان آپ کی بارگاہ میں خراج عقیدت وتحسین پیش کرتے ہیں۔ پوری دنیا کے سنی خوش عقیدہ مسلمان آپ کو اپنا امام وپیشوا کہنے میں فخر وسعادت محسوس کرتے ہیں، اور دشمنان اسلام بڑی شدت سے نہ صرف آپ کی مخالفت کرتے ہیں بلکہ آپ کی شخصیت کو مسخ کرنے کے لیے طرح طرح کے الزام و بہتان تراشتے ہیں۔ جھوٹے پروپیگنڈوں کے ذریعہ ایسی غلط فہمیاں پھیلا دی ہیں کہ وہ سرکار اعلیٰ حضرت کی تحریروں کو پڑھنا تو دور کی بات ہے آپ کا نام پاک سننا بھی گوارہ نہیں کرتے لیکن ان تمام الزامات کے باوجود جب بھی کسی انصاف پسند صاحب علم مخالف نے بھی آپ کی کسی کتاب کا مطالعہ کیا تو یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوگیا کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم وفن اور تصنیف وتحقیق میں بے مثل وبے نظیر ہیں نیز مذہب اسلام کے سچے داعی ہیں۔

قابلِ مبارک باد اور پوری سنی جماعت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں وہ حضرات جو سرکار اعلیٰ حضرت کی کتابوں کو آسان وسہل کرکے خوبصورت انداز میں شائع کرادتے ہیں۔ اس سلسلے میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے کارنامے بے مثال ہیں اور قابلِ تقلید بھی۔

عزیز گرامی قدر جناب مولانا محمد مصطفیٰ رضا قادری رضوی سلمہٗ نے فون پر بتایا کہ عرسِ عزیزی اور دستارِ فضیلت کے موقع پر سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب ''عطاء النبی لِإفاضۃ أحکام ماء الصبی'' چھپوانے کا ارادہ ہے، علامۃ العصر مفتی شمس الہدیٰ صاحب قبلہ نے ترجمہ

وغیرہ کی تصحیح فرمادی ہے، فقیہ العصر مفتی محمد ناظم علی صاحب قبلہ نے نادر تحقیقات رضویہ پر مشتمل بہت جاندار مقدمہ تحریر فرمادیا ہے اور حضرت علامہ صدر الوریٰ صاحب قبلہ نے تقریب لکھ دی ہے۔ اس خبر سے بے پناہ قلبی و روحانی مسرت ہوئی۔
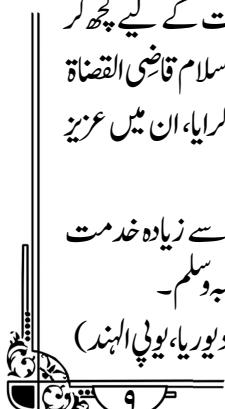
عزیز موصوف کے اندر خدمت دین اور اشاعت سنت کا بڑا جذبہ ہے۔ کولمبو سری لنکا میں وہ میرے پاس پڑھتے تھے۔ ان کی جماعت پر مشتمل ایک ٹیم "نوری محفل" تشکیل دی تھی۔ اس ٹیم نے مختلف انداز سے بہت کام کیا۔ ایک چہار ورقی ماہنامہ بنام Monthly Noori Mehfil بھی انگریزی زبان میں شائع کیا جس میں دین کی بنیادی ضروری باتیں ہوتی تھیں۔ اس رسالہ کا زیادہ تر کام عزیز موصوف ہی کرتے تھے۔ ان کی جماعت بطور خاص عزیز موصوف کو صاحب صلاحیت عالم دین بننے کے لیے ہندوستان جاکر علم دین حاصل کرنے کی ترغیب دیتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ عزیز موصوف نہ صرف یہ کہ ہندوستان آئے بلکہ جامعۃ الرضا بریلی شریف پھر الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے تعلیم حاصل کی اور امسال عرس عزیزی کے موقع پر دستار فضیلت سے نوازے جائیں گے۔ ساتھ ہی ان کے برادر اصغر عزیزم محمد فرقان سلمہٗ کے سر پر بھی حفظ قرآن کریم کی دستار سجے گی۔

خوشی و مسرت کے اس عظیم موقع پر عزیز موصوف کے جملہ افراد خانہ بطور خاص ان کے والد گرامی محب محترم عالی جناب الحاج محمد ظفر محمد صدیق صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں جن کی تربیت، قربانی، کوشش اور دلی دعائیں بار آور ہوئیں۔

مخدوم گرامی مفتی کرناٹک حضور علامہ مفتی محمد انور علی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے ذکر کے بغیر میں اپنی بات ختم نہیں کر سکتا جنھوں نے اپنے قیام کولمبو، سری لنکا کے دوران جن نوجوانوں کی کردار سازی کی، مذہب و مسلک کا صحیح عرفان اور دین و سنیت کے لیے کچھ کر گزرنے کا حوصلہ عطا فرمایا، قدم قدم پر رہنمائی کی، حضور تاج الشریعہ فقیہ اسلام قاضی القضاۃ فی الہند علامہ مفتی اختر رضا صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ سے مرید کرایا، ان میں عزیز موصوف کے والد گرامی الحاج محترم ظفر بھائی بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

مولیٰ تعالیٰ عزیز موصوف کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور زیادہ سے زیادہ خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

نور الحسن نوری (دیوریا، یوپی الہند)

تقدیم

از: حضرت علامہ مولانا **محمد ناظم علی رضوی** مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

مجدد دین وملت امامِ اہلِ سنت سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے علمی تحقیقات کا جو عظیم الشان سرمایہ چھوڑا ہے وہ رہتی دنیا تک آپ کی روشن یادگار رہے گا۔ آپ نے جس موضوع پر قلم اٹھایا، اس کا کوئی گوشہ تشنہ نہ چھوڑا، بلکہ تحقیق کا حق ادا فرمادیا۔

آپ نے نوٹ کے مسئلہ پر جو اعلیٰ درجہ کی تحقیق فرمائی ہے، اور ثمن کی دو قسمیں فرمائی ہیں: ثمن خلقی جیسے کہ سونا اور چاندی اور ثمن اصطلاحی جیسا کہ روپے اور پیسے وغیرہ پھر ان پر سود وغیرہ کے احکام بیان فرماکر تحقیقات کے جو گوہر آبشار لٹائے ہیں اس سے آپ کی شان فقاہت آفتابِ نصف النہار سے بھی زیادہ واضح وروشن نظر آتی ہے۔

عرف وعادت کے مسئلہ پر امام احمد رضا قدس سرہ نے جو اعلیٰ تحقیق فرمائی ہے اور اس کی روشنی میں منی آرڈر کے مسئلہ کی جو تحقیق وتوضیح فرمائی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ صاحب الاشباہ والنظائر اور علامہ شامی نے بھی عرف وعادت کے موضوع پر گراں قدر بحث فرمائی اور علامہ شامی نے ایک خاص رسالہ "نشر العرف" لکھا، اور اس میں عرف قولی وعملی اور عرف عام وخاص کے متعلق تفصیلی گفتگو فرمائی مگر امام احمد رضا نے اس موضوع کے حوالہ سے جو اعلیٰ تحقیق فرمائی ہے اور عرف کے جمیع انواع واقسام کا احاطہ واستقصا فرماکر ان کے احکام واضح فرمائے وہ آپ کے رسالہ "المنی والدرر" اور اس موضوع سے متعلق ابواب ورسائل کے مطالعہ سے اچھی طرح واضح ہے۔ امام احمد رضا نے اس موضوع پر حاصل سیر بحث فرماکر اخیر میں فرمایا:

"بحمد اللہ ومنہ وکبیر لطفہ وکرمہ وہ تحریر مسئلہ جسے تمام کلمات علمائے کرام کا عطر ومحصّل کہیے اور بفضلہ تعالیٰ کسی تقریر وتاصیل وتفریع کو اس کے مخالف نہ دیکھیے۔

وقد كنت أرى فى الباب مباحث الأشباه وكلمات ردالمحتار

من مواضع عديده فلا أجد فيها مايفيد الضبط ويزول به الاضطراب والخبط وكان العلامة الشامى كثيرا مايحيل المسئلة على رسالته "نشر العرف" فكنت توّاقا إليها مثل جميل إلى بثينه فلما رأيتها وجدتها ايضالم يتحرر لها مايكفى ويشفى ولم يتخلص فيها ماترتبط به الفروع وتاخذ كلمات الأئمة بعضها حجز بعض ولكن ببركة مطالعتها فى تلك الجلسة.

(فتاویٰ رضویہ ۲۴۸/۸، رسالہ المنی والدرر، رضا اکیڈمی، ممبئی)

امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے اس محققانہ رسالہ میں عرف کی تمام قسموں کو جمع فرمایا اور ان کے احکام کو بیان فرمایا۔

* آپ نے اس موضوع کے حوالے سے اپنے گراں قدر رسالہ "شمائم العنبر" میں بھی محققانہ بحث فرمائی ہے جس سے مشامِ جاں معطر ہو جاتی ہے۔

احکام کل کتنے ہیں، پانچ ہیں یا سات ہیں، یا نو ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا کہ:

"مشہور یہ ہے کہ احکام پانچ ہیں: واجب، مندوب، مکروہ، حرام، مباح۔ صاحب مسلم الثبوت نے یہی ظاہر کیا اور یہ مذہب شافعیہ کے زیادہ لائق ہے کہ ان کے یہاں واجب و فرض میں فرق نہیں اور تحریر میں تحریر کی پیروی کرتے ہوئے اس کی طرف اشارہ فرمایا۔

اور بعض نے برعایت مذہب حنفی فرض و واجب اور حرام و مکروہ تحریمی کو تقسیم میں جدا جدا اخذ کر کے سات قرار دیے، مسلم الثبوت میں اس روایت کا ذکر ہے۔ بعض نے فرض، واجب، سنت، نفل، حرام، مکروہ، مباح یوں سات گنا ہے اور تنقیح میں یہی راہ اختیار کی اور مولیٰ خسرو نے مرقاۃ الوصول میں اور علامہ شمس محمد بن حمزہ فناری نے "فصول البدائع" میں صاحب تنقیح کی اتباع میں یہی کہا اور بعض نے سنت میں سنت ہدیٰ اور سنت زائدہ اور مکروہ میں تحریمی و تنزیہی قسمیں کر کے نو شمار کیے جیسا کہ فناری نے اپنے آخر کلام میں اس کی تصریح کی اور توضیح نے اس کی طرف اشارہ کیا۔"

امام احمد رضا نے فقہائے کرام کے ان ارشادات کو تحریر فرما کر ارشاد فرمایا کہ:

"اقول: تقسیم اول میں کمال اجمال اور مذہب شافعی سے الیق ہونے کے علاوہ صحت

مقابلہ اس پر مبنی کہ ہر مندوب کا ترک مکروہ ہو وقد علمت انه خلاف التحقیق (تُونے جان لیا یہ خلافِ تحقیق ہے۔ت) نیز سنّت و مندوب میں فرق نہ کرنا مذہب حنفی و شافعی کسی کے مطابق نہیں۔ یہی دونوں کی تقسیم دوم میں بھی ہیں، سوم و چہارم میں عدم مقابلہ بدیہی کہ سوم میں جانبِ فعل چار چیزیں ہیں اور جانبِ ترک دو۔ چہارم میں جانبِ فعل پانچ ہیں اور جانب ترک تین۔

پھر جانب ترک بسط اقسام کرکے تصحیح مقابلہ کیجیے تو اُسی مقابلہ نفل و کراہت سے چارہ نہیں **مگر بتوفیق اللہ تعالیٰ تحقیق فقیر سب خللوں سے پاک ہے، اُس نے ظاہر کیا کہ بلکہ احکام گیارہ ہیں:** پانچ جانبِ فعل میں متنازلاً: (۱) فرض (۲) واجب (۳) سنّت مؤکدہ (۴) غیر مؤکدہ (۵) مستحب، اور پانچ جانبِ ترک میں متصاعداً: (۱) خلاف اولیٰ (۲) مکروہ تنزیہی (۳) اساءت (۴) مکروہ تحریمی (۵) حرام، جن میں میزان مقابلہ اپنے کمال اعتدال پر ہے کہ ہر ایک اپنے نظیر کا مقابل ہے اور سب کے بیچ میں گیارہواں مباح خالص۔ اس تقریر منیر کو حفظ کرلیجیے کہ ان سطور کے غیر میں نہ ملے گی اور ہزارہا مسائل میں کام دے گی اور صدہا عقدوں کو حل کرے گی کلمات اس کے موافق مخالف سب طرح کے ملیں گے مگر بحمد اللہ تعالیٰ اس سے متجاوز نہیں **فقیر طمع رکھتا ہے کہ اگر حضور سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور یہ تقریر عرض کی جاتی ضرور ارشاد فرماتے کہ: یہ عطرِ مذہب وطراز مُذہّب ہے** والحمدللہ ربّ العٰلمین۔" (فتاویٰ رضویہ ۱/۶۷۶، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ، رضویہ پاکستان۔)

❊ تیمم کن کن چیزوں سے جائز ہے اور کن کن چیزوں سے نہیں اس کا جامع جواب فقہ کی کتابوں میں یہ ہے کہ زمین اور زمین کی جنس سے جو چیزیں ہیں ان سے تیمم جائز ہے، زمین کیا چیز ہے، سب کو معلوم ہے زمین کی جنس سے کیا کیا چیزیں ہیں اور اور زمین کی جنس سے کیا مراد ہے۔ زمین میں کیا کیا چیزیں پیدا ہوتی ہیں اور کیسے پیدا ہوتی ہیں۔ ان کے مادّے کیا ہیں، مجدد اعظم، سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس سلسلے میں جو اعلیٰ درجہ کی تحقیق فرمائی ہے۔ معدنیات کا بڑے سے بڑا ماہر اس کی گرد تک نہیں پہنچ سکتا۔ آپ نے تحقیق فرمائی کہ ایک سو اسّی چیزوں سے تیمم جائز ہے اور ایک سو تیس چیزیں ایسی ہیں جن پر بظاہر جنس ارض کا شبہہ

ہوتا ہے مگر حقیقت میں جنسِ ارض سے نہیں اس لیے ان سے تیمم صحیح نہیں، قسم اول میں ایک سو سات چیزیں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی استخراج ہیں اور قسم ثانی میں (۴۳) کا استخراج ہے۔ فتاویٰ رضویہ تو فتاویٰ رضویہ ہے، امام احمد رضا قدس سرہ کے کسی ایک فتویٰ اور ایک تحقیق کو لیجیے اور آپ کے معاصرین کے فتاویٰ و تحقیقات کو لیجیے تو آپ کا ایک فتویٰ اور آپ کی ایک تحقیق تمام فتاویٰ اور تمام تحقیقات پر بھاری ہوگی، یہ کسی عقیدت کی بنیاد پر نہیں بلکہ حقیقت کی بنیاد پر لکھ رہا ہوں، جن پر حقائق روشن نہ ہوں، وہ عدل و انصاف کے ساتھ آپ کی تحقیقات کا مطالعہ کریں۔ آپ کا رسالہ ''اجلی الاعلام، شمائم العنبر، قوارع القھار، سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح ، تجلی الیقین بأن نبینا سید المرسلین ، جزاء اللہ عدوہ بأبائه ختم النبوة اور المعتقد المنتقد پر آپ کا گراں قدر حاشیہ ''المستند المعتمد'' وغیرہ دیکھیں، آنکھیں روشن ہو جائیں گی، اور اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے نظر آئیں گے کہ علمائے حرمین طیبین نے آپ کی تصانیف کے مطالعہ کے بعد آپ کی تبحرِ علمی، نکتہ رسی، اور تحقیق و تدقیق سے متاثر ہو کر یہ سچ فرمایا کہ:

''لیس علی اللہ بمستنکر أن یجمع العالم فی واحد''

اللہ کے لیے یہ بڑی بات نہیں کہ ساری دنیا ایک شخص میں جمع فرمادے۔

اور ان کے ایک فتویٰ کے مطالعہ کے بعد فرمایا:

''لو رأہ أبو حنیفة لقرت عیني وجعله من أصحابه.''

اگر امام ابو حنیفہ انھیں دیکھ لیتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں اور انھیں اپنے اصحاب میں شامل فرماتے۔

یہ حضرات اعلیٰ حضرت کے تلامذہ اور مریدین سے نہ تھے، مگر انھوں نے حقیقت کے اعتراف میں تعصب و نفسانیت سے کام نہ لیا بلکہ برملا سچائی کا اعتراف کیا۔

❋ اعضائے عورت کل کتنے ہیں اس سلسلے میں علامہ حلبی و علامہ طحطاوی و علامہ شامی محشیان ''در مختار'' رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے مرد میں آٹھ گنے مگر امام احمد رضا قدس سرہ نے جو تحقیق فرمائی وہ آپ کا خاص حصہ ہے، آپ فرماتے ہیں مرد میں عددِ اعضائے عورت نو قرار دیا

جائے آپ نے اس مقام کی تحقیق کے لیے دو مقام تحریر فرمائے اور یہ فرمایا کہ فقیر کو اس شمار میں کلام ہے مہ وہ بدن جو دُبُر وانثیین کے درمیان ہے، فقہا کے اس شمار میں نہ آیا اسے کسی عضوِ عورت کے تابع قرار نہیں دے سکتے کہ بیچ میں دو مستقل عورتیں یعنی ذَکَر وانثیین فاصل ہیں نہ یہ صحیح ہے کہ اسے دو حصے کر کے دُبُر وانثیین میں شامل مانیے کہ مذہب صحیح پر تنہا انثیین عضوِ کامل ہیں یوں ہی صرف حلقۂ دُبُر عضوِ مستقلی ہے کہ ان گرد سے کوئی جسم ان کے ساتھ نہ ملایا جائے۔ امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

میں نے ان مسائل میں ہر جگہ اقوی ارجح واحوط قول کو اختیار کیا کہ عمل کے لیے بس ہے اماذکر الخلاف و بسط التعلیل فداع الی تفصیل یفضی الی الطویل (ذکر اختلاف اور ان کے دلائل کی تفصیل کے لئے طویل بحث درکار ہے)

بالجملہ ان احکام سے معلوم ہو گیا کہ صرف اجمالاً اس قدر سمجھ لینا کہ یہاں سے یہاں تک سترِ عورت ہے ہرگز کافی نہیں بلکہ اعضاء کو جدا جدا پہچاننا ضروری ہے اور وہ علامہ حلبی و علامہ طحطاوی و علامہ شامی محشیانِ در مختار رحمۃ اللہ علیہم نے مرد میں آٹھ گنے:

(۱) ذکر مع اپنے سب پرزوں یعنی حشفہ و قصبہ و قلفہ کے ایک عضو ہے یہاں تک کہ مثلاً صرف قصبہ کی چوتھائی یا فقط حشفہ کا نص کھلنا مفسد نماز نہیں، اگر باوجود علم وقدرت ہو تو گناہ و بے ادبی ہے اور ذکر کے گرد سے کوئی پارہ جسم اس میں شامل نہ کیا جائے گا، یہی صحیح ہے یہاں تک کہ صرف ذکر کی چوتھائی کھلنی مفسد نماز ہے، وسری ذالك وتمام التحقیق فی رسالتنا المذکورۃ (اس پر تفصیلی گفتگو اور تحقیقی راز ہمارے مذکورہ رسالے میں ہیں)

(۲) انثیین یعنی بیضے کہ دونوں مل کر ایک عضو ہے یہی حق ہے یہاں تک کہ ان میں ایک کی چہارم بلکہ تہائی کھلنی بھی مفسد نہیں۔

وقد زلت هنا قدم العلامة البرجندی فی شرح النقایة کما نبهنا علیه فی الطرةفلیتنبه.

اس مقام پر شرح نقایہ میں علامہ برجندی کے قدم پھسل گئے جیسا کہ ہم نے ''الطرۃ

فی ستر العورۃ" میں اس پر تنبیہ کی ہے اس کا مطالعہ کیجئے۔
پھر یہاں بھی صحیح یہی ہے کہ ان کے ساتھ ان کے حول سے کچھ ضم نہ کیا جائے گا، یہ دونوں تنہا عضو مستقل ہیں۔
(۳)دُبر یعنی پاخانہ کی جگہ، اُس سے بھی صرف اس کا حلقہ مراد یہی صحیح ہے اور اسی پر اعتماد۔
(۴و۵)الیتین یعنی دونوں چُوتڑ، ہر چوتڑ مذہب صحیح میں جدا عورت ہے کہ ایک کی چوتھائی کھلنی باعث فساد ہے۔
(۶و۷)فخذین یعنی دونوں رانیں کہ ہر ران اپنی جڑ سے جسے عربی میں رکب و رفع ومغبن اور فارسی میں بیغولہ ران اور اردو میں چڈّھا کہتے ہیں گھٹنے کے نیچے تک ایک عضو ہے، ہر گھٹنا اپنی ران کا تابع اور اس کے ساتھ مل کر ایک عورت ہے، یہاں تک کہ اگر صرف گھٹنے پورے کھلے ہوں تو صحیح مذہب پر نماز صحیح ہے کہ دونوں مل کر ایک ران کے ربع کو نہیں پہنچتے، ہاں خلافِ ادب وکراہت ہونا جدا بات ہے۔
(۸)کمر باندھنے کی جگہ ناف سے اور سیدھ میں آگے پیچھے دہنے بائیں چاروں طرف پیٹ کمر کولہوں کا جو ٹکڑا باقی رہتا ہے وہ سب مل کر ایک عورت ہے۔
ردالمختار میں ہے:

اعضاء عورة الرجل ثمانية الاول الذكر وماحوله الثانى الانثيان و ماحولهما الثالث الدبر وما حوله الرابع والخامس الاليتان السادس والسابع الفخذان مع الركبتين الثامن مابين السرة الى العانة مع مايحاذى ذلك من الجنبين والظهروالبطن.

(ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/۳۰۱)

مرد کا ستر آٹھ اعضاء ہیں:(۱)عضو مخصوص اور ارد گرد (۲)خصیتین اور ان کا ارد گرد (۳) دُبر اور ارد گرد (۴و۵)دونوں سرین کا حصے (۶و۷) دونوں رانیں گھٹنوں سمیت (۸) ناف تا زیرِ ناف سمیت پشت پیٹ اور دونوں پہلوؤں کے اس حصہ کے جو اس

کے مقابل و محاذی ہے۔

اقول و باللہ التوفیق(میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) یہاں دو مقام تحقیق طلب ہیں:

مقام اوّل: آیا عورت ہشتم میں پیٹ کا وہی نرم حصہ جو ناف کے نیچے واقع ہے جسے ہندی میں پیڑو کہتے ہیں تینوں طرف یعنی کروٹوں اور پیٹھ سے اپنے محاذی بدن کے ساتھ صرف اسی قدر داخل ہے ذکر کے متّصل وہ سخت بدن جو بال اُگنے کا مقام ہے جسے عربی میں عانہ کہتے ہیں اس میں شامل نہیں یہاں تک کہ صرف مقدار اول کی چوتھائی کھلنی مفسدِ نماز نہ ہو اگرچہ عانہ کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو چہارم سے کم رہے یا عانہ سمیت ناف سے نیچے جس قدر جسم رانوں اور ذکر اور چوتڑوں کے شروع تک باقی رہا سب مل کر ایک عورت ہے۔ یہاں تک کہ افسادِ نماز کے لئے اس مجموع کی چوتھائی درکار ہو اور مقدار اول کا ربع کفایت نہ کرے جتنی کتب فقہ اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں اُن میں کہیں اس تنقیح کی طرف توجہ خاص نہ پائی اور بنظرِ ظاہر کلماتِ علما مختلف سے نظر آتے ہیں مگر بعد غور و تعمق اظہر و اشبہ امر ثانی ہے یعنی یہ سب بدن مل کر ایک ہی عورت ہے، تو یوں سمجھئے کہ چار اطراف بدن میں اس سے ملے ہوئے جو عضو ہیں مثلاً ران و سرین و ذکر، اُن کا آغاز تو معلوم ہی ہے ان سے اُوپر اُوپر ناف کے کنارہ زیریں اور سارے دور میں اس کنارے کی سیدھ تک جسم باقی رہا اس سب کا مجموعہ عضو واحد ہے اور اسی طرف علامہ حلبی و علامہ طحطاوی و علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی کا کلام مذکور ناظر کہ انہوں نے عانہ عضو جدا گانہ نہ ٹھہرایا اور نہ تقدیر اوّل پر اس قدر ٹکڑا اس میں داخل نہ تھا اور اس کا ران و ذکر میں داخل نہ ہونا خود ظاہر، تو واجب تھا کہ اس پارہ جسم یعنی عانہ کو نواں عضو شمار فرماتے، اس مقام کی تحقیق کامل بقدر قدرت فقیر غفر اللہ تعالٰی نے اپنے رسالہ مذکورہ الطرۃ فی ستر العورۃ میں ذکر کی یہاں ان شاء اللہ تعالٰی اسی قدر کافی کہ عانہ اور عانہ سے اوپر ناف تک سارا جسم جسمِ واحد ہے حقیقۃً وہ حساً و حکماً سب طرح متّصل، تو اسے دو عضو مستقل ٹھہرانے کی کوئی وجہ نہیں ۔ہدایہ میں ہے: عندنا هما (یعنی اللحیین و هما العظمان الذان علیهما منابة الاسنان) من الوجه لا تصالهمابه من غیر فاصلة. ہمارے

نزدیک یہ دونوں (یعنی دونوں جبڑے، یہ وہ دونوں ہڈیاں ہیں جن پر دانت قائم ہیں) چہرہ ہی کا حصہ ہیں کیونکہ ان دونوں کا چہرے کے ساتھ اتصال بغیر فاصلہ کے ہے۔

(الہدایہ، کتاب الدیات فصل فی الشجاج، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۵۸۸/۴)

ف: قوسین سے باہر کی عبارت ہدایہ کی ہے۔ نذیر احمد سعیدی

یہ تو بحمد اللہ دلیل فقہی ہے اور خاص جزئیہ کی تصریح وہ ہے کہ جواہر الاخلاطی میں فرمایا:

اذاانکشف مابین سرته و عورته ان کان ربعا فسدت صلوته لان ما بينهما عضوكامل اريد منه حول جمع البدن فاذا انكشف ربعه كان فاحشا. اھ (جواہر الاخلاطی فصل فی الفرائض الخارجیۃ عن الصلوٰۃ، قلمی نسخہ، ص:۲۰)

اگر نمازی کی ناف اور شرمگاہ کا درمیان کھل گیا (کشف ہوگیا) اگر وہ چوتھائی ہو تو نماز فاسد ہوجائے گی کیونکہ ان دونوں کا درمیانی حصہ عضو کامل ہے اس سے مراد تمام بدن کا ارد گرد لیا ہے، پس جب اس کا چوتھائی کھل جائے تو یہ کشف فحش ہوگا اھ

دیکھو ناف کے نیچے سے ذکر کے آغاز تک سارے بدن کو ایک عضو ٹھہرایا، یہ نص جلی ہے اور باقی عبارات علماء محتمل، تو اسی پر اعتماد، اسی پر عمل، مالم يظهر الاقوى فى المحل والعلم بالحق عند الملك الاجل (جب تک اس بارے میں اس سے قوی دلیل ظاہر نہیں ہوگی، باقی قطعی علم اس ذات کے پاس ہے جو مالک و بزرگ ہے۔)

مقام دوم: فقیر غفر اللہ لہ نے اس مسئلہ کے تحقیق کے لئے جامع صغیر امام محمد و قدوری و امام ابوالحسن و وافی، امام حافظ الدین نسفی و کنز الدقائق و وقایۃ الروایہ امام تاج الشریعۃ و نقایہ امام صدر الشریعۃ و منیۃ المصلی و اصلاح ابن کمال باشا و ملتقی الابحر علامہ ابراہیم حلبی و اشباہ علامہ زین العابدین مصری و تنویر الابصار علامہ عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی و نور الایضاح علامہ حسن شرنبلالی و ہدایہ امام علی بن ابی بکر برہان الدین فرغانی و کافی امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد سغدی و شرح وقایہ امام عبیداللہ بن مسعود محبوبی و تبیین الحقائق امام فخر الدین زیلعی و فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق محمد بن الہمام و حلیہ امام محمد بن محمد بن امیر الحاج حلبی و ایضاح علامہ احمد بن سلیمٰن وزیر رومی و ذخیرۃ العقبیٰ علامہ یوسف بن جنید چلپی و غنیہ علامہ برہان الدین

حلبی و صغیری شرح منیۃ المصلی و شرح نقایہ علامہ عبدالعلی برجندی ہروی و جامع الرموز علامہ شمس الدین محمد قہستانی و بحرالرائق علامہ زین بن ابراہیم مصری و مراقی الفلاح علامہ ابوالاخلاص ابن عمار مصری و در مختار محقق محمد بن علی دمشقی و غمز العیون علامہ سیدی احمد حموی و مجمع الانہر علامہ شیخی زادہ قاضی رومی و حاشیہ مراقی للعلامۃ السید احمد المصری و حاشیہ در مختار للعلامۃ السید الطحطاوی و ردالمحتار علامہ محقق سیدی امین الدین محمد بن عابدین شامی وفتاوٰی خانیہ امام اجل ابوالمحاسن فخرالدین اوزجندی و خلاصہ امام طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری و جواہر الاخلاطی علامہ برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر محمد حسینی و خزانۃ المفتین وفتاوٰی خیریہ و عقود الدریہ وفتاوٰی رحمانیہ ہندیہ وغیرہا کتب فقہ متون و شروح وفتاوٰی جس قدر فقیر کے پاس ہیں سب کی مراجعت کی سوا دو حاشیہ طحطاوی و شامی کے اس تعداد ہشت میں حصر کا نشان کہیں نہ پایا، علماء کرام رحمہم اللہ تعالٰی بدایت و نہایت عورت کی حدیں بتا گئے اور بعض بعض اعضاء کو جُدا جُدا بھی ذکر فرما گئے پھر کسی کتاب میں صرف دو تین عضو ذکر کئے، کسی میں چار پانچ، کسی میں کوئی، مگر استیعاب نہ فرمایا، نہ پورا شمار بتایا۔ ہاں اس قدر ضرور ہے کہ متفرق کتابوں سے سب کو جمع کیجئے تو بیان میں یہی آٹھ آئے ہیں، غالباً اسی پر نظر فرما کر علّامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے آٹھ میں حصر فرمادیا اور سیدین فاضلین نے ان کا اتباع کیا خود عبارت علّامہ شامی قدس سرہ السامی دلیل ہے کہ یہ تعداد علّامہ حلبی کی استخراج کی ہوئی ہے یعنی اُن سے پہلے علماء نے ذکر نہ فرمائی، حیث قال بعد تمام الکلام بتعداد اعضاء العورۃ فی الامۃ والحرۃ. کذاحررہ اھ (ردالمحتار، باب شروط الصلوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/۳۰۱)

(کیونکہ انھوں نے لونڈی اور آزاد عورت کے اعضاء ستر کی تعداد پر گفتگو کی تکمیل کے بعد یہ کہا ہے اسی طرح اس تعداد کو علّامہ حلبی نے تحریر کیا ہے اھ۔

مگر فقیر غفراللہ تعالٰی لہ کو اس شمار میں کلام ہے کہ وہ بدن جو دُبر اُنثیین کے درمیان ہے اس گنتی میں نہ آیا اُسے عورت ہشتم کے توابع سے قرار دے سکتے ہیں کہ بیچ میں دو مستقل عورتیں یعنی ذکر و اُنثیین فاصل ہیں، ہدایہ میں فرمایا:

لاوجہ الی ان یکون (یعنی الساعد) بتعاللاصابع لان بینہما

عضوا کاملا. (الہدایہ، کتاب الدیات فصل فی دیۃ اصابع الید وغیرہا مطبوعہ یوسفی لکھنؤ ۴/۵۸۹)

اس کی کوئی وجہ (دلیل) نہیں کہ (بازو) انگلیوں کے تابع ہو کیونکہ ان دونوں کے درمیان ایک عضو کامل ہے۔

امام نسفی نے کافی شرح وافی میں فرمایا:

اما الساعد فلا یتبعھا(یعنی الاصابع)لانه غیر متصل بھا.

(کافی شرح وافی)

بازو ان (یعنی انگلیوں) کے تابع نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ ان کے ساتھ متّصل نہیں ہے۔

نہ یہ صحیح کہ اسے دو حصے کر کے دُبر واُنثیین میں شامل مانیے کہ مذہب صحیح پر تنہا اُنثیین عضو کامل ہیں یونہی صرف حلقہ دُبر عضوِ مستقل ہے کہ اُن کے گرد سے کوئی جسم ان کے ساتھ نہ ملایا جائے گا۔

ملتقی الابحر میں ہے:

کشف ربع عضو ھو عورۃ یمنع کالذکر بمفردہ والانثیین وحدھما وحلقه الدبر بمفردھا. (ملتقی الابحر باب شروط صحۃ الصلوۃ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت: ۱/۶۶)

ایسا عضو جو ستر گاہ میں داخل ہے اس کا چوتھائی کھل جانا نماز سے مانع ہے مثلاً عضو مخصوص تنہا، تنہا خصیتین اور تنہا حلقہ دُبر۔

خزانۃ المفتین میں ہے:

الذکر عضو بانفرادہ وکذاالانثیان و ھذا ھو الصحیح.

(خزانۃ المفتین فصل فی ستر العورۃ قلمی نسخہ: ۱/۲۲)

ذکر تنہا عضو ہے اور اسی طرح خصیتین بھی، اور یہی صحیح ہے۔

صغیری شرح منیہ میں ہے:

انکشاف ربع الذکر وحدہ او ربع الانثیین بمفردھما یمنع جوازھا. (صغیری، شرح منیۃ المصلی الشرط الثالث، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ص: ۱۱۹)

تنہا ذکر (عضو مخصوص) کی چوتھائی یا تنہا خصیتین کی چوتھائی کا کھل جانا جوازِ نماز سے

مانع ہے۔

اسی میں ہے:

حلقة الدبر عضو بمفردها وكلها لاتزيد على قدرالدرهم.

(صغیری، شرح منیۃ المصلی الشرط الثالث، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ص: ۱۱۹)

حلقہ دُبر تنہا عضو ہے اور یہ تمام کا تمام قدر درہم سے زیادہ نہیں ہے۔

غنیہ شرح کبیر منیہ میں ہے:

القبل والدبراذاانكشف من احدهما ربعه وان كان اقل من قدرالدرهم يمنع جواز الصلٰوة. اه ملخصا.

(غنیۃ المستملی، شرح منیۃ المصلی، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ص:۲۱۳)

قبل اور دُبر میں سے کسی ایک کا جب چوتھائی حصہ کُھل جائے اگرچہ وہ قدر درہم سے کم ہو جواز نماز سے مانع ہوگا اھ ملخصًا۔

کافی میں ہے:

كشف ربع ساقها يمنع جواز الصلاة وكذاالدبر والذكر والانثيان حكمها كحكم الساق والكرخى اعتبر فى الدبر قدر الدرهم والدبر لايكون اكثرمن قدرالدرهم فهذا يقتضى جوازالصلوة وان كان كل الدبر مكشوفا وهوتناقض اه ملتقطا. (کافی شرح وافی)

عورت کی پنڈلی کا چوتھائی حصہ کھل جانا جوازِ نماز سے مانع ہے اور اسی طرح دُبر و ذکر اور خصیتین ہیں ان میں سے ہر ایک کا حکم پنڈلی کی طرح ہے۔ امام کرخی نے دبر میں قدر درہم (کے انکشاف) کا اعتبار کیا ہے حالانکہ دبر قدر درہم سے زائد نہیں ہوتا تو اس قول کا تقاضا یہ ہے کہ اگرچہ تمام دبر ننگی ہو پھر بھی نماز ہو جائے گی اور یہ تناقض ہے۔ اھ ملتقطا۔

حلیہ میں ہے:

غلطوه بان هذا تغليظ يؤدى الى التخفيف اوالاقساط لان من الغليظة ماليس باكثر من قدرالدرهم فيؤدى الى ان كشف جميعه لا يمنع و قد

اجیب عنه بانه قد قیل بان الغلیظة القبل والدبر مع حولها فیجوز کونه اعتبر ذلك فلا یرد علیه ما قالوا ویدفعه ما تقدم من ان الصحیح ان کلامن الذکر والخصیتین عضو مستقل وکذالك الصحیح ان کلا من الالیتین والدبر عضو مستقل فلا یتم ذالك الاعتبار اھ مختصرا.

(حلیة المحلی شرح منیة المصلی)

انھوں نے غلط کہا ہے کہ یہ تغلیظ تخفیف یا اسقاط کا سبب ہے کیونکہ بعض عورت غلیظہ ایسی ہیں جو قدر درہم سے زیادہ نہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ ایسے عضو کا تمام کا تمام ننگا ہونا نماز سے مانع نہ ہوگا، اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ایک قول یہ ہے کہ قُبل، دُبر اور ان دونوں کا ارد گرد (سب مل کر) غلیظہ ہے، پس امام کرخی کے قول قدر درھم کا اعتبار درست ہوگا اور فقہاء نے جو اعتراض کیا ہے وہ وارد نہ ہوگا۔ اس کا دفاع گزشتہ گفتگو سے ہوجاتا ہے کہ صحیح قول یہی ہے کہ ذکر (عضو مخصوص) اور خصیتین میں سے ہر ایک مستقل عضو ہے اور اسی طرح صحیح قول کے مطابق دبر اور سرین میں سے ہر ایک مستقل عضو ہے اب وہ (قدر درہم کا) اعتبار درست نہ ہوگا اھ مختصراً۔

اسی طرح تبیین وغیرہ میں تصریح فرمائی، فقیر غفراللہ لہ نے اپنے رسالہ مذکورہ میں اس بحث کی بحمداللہ تنقیح بالغ بمالا مزید علیہ ذکر کی اور اُس میں ثابت کردیا کہ افاضل ثلثہ قدست اسرار ہم کا ذکر و دُبر اُنثیین کے ساتھ لفظ حول زائد کرنا بیکار بلکہ موہم واقع ہوا جب ثابت ہولیا کہ یہ جسم یعنی مابین الدبر والاُنثیین اُن آٹھوں عورتوں سے کسی میں شامل اور کسی کا تابع نہیں ہوسکتا اور وہ بھی قطعاً سترِ عورت میں داخل تو واجب کہ اُسے عضو جداگانہ شمار کیا جائے۔ مرد میں عدد اعضائے عورت نو قرار دیا جائے اور کتب مذکورہ میں اُس کا عدم ذکر ذکرِ عدم نہیں کہ آخر اُن میں نہ استیعاب کی طرف ایماء نہ کسی تعداد کا ذکر، وہ ستر عورت کی دونوں حدیں ذکر فرماچکے اور اتنے اعضا کے استقلال وانفراد پر بھی تصریحیں کرگئے تو جو باقی رہا لاجرم عضو مستقل قرار پائے گا۔

فلیفهم ولیتامل لعل الله یحدث بعد ذلك امرا هذا ماعندی

والعلم بالحق عند ربّی.

سمجھو اور غور کرو شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کسی آسان امر کو پیدا فرمادے، یہ میری تحقیق ہے اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔
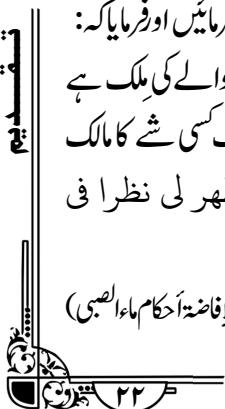
❋ نابالغ کے بھرے ہوئے پانی کا کیا حکم ہے، خود امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

”یہ مسئلہ بہت تفصیل طلب ہے، اس کی بہت سی شقیں ہیں کتابوں میں اس کی مکمل تفصیل تو درکنار بہت سی صورتوں کا ذکر بھی نہیں، فقیر اُمید کرتا ہے کہ اُس میں کلام شافی و کافی ذکر کرے۔“

آپ نے پانی کی تین قسمیں فرمائیں (۱) مباح جو کسی کی ملک نہ ہو، مثلاً دریاؤں نہروں وغیرہ کا پانی (۲) جو کسی کی ملک ہو، مباح نہ ہو جیسے برتنوں کا پانی جسے آدمی نے اپنے گھر کے خرچ کو بھرایا بھروا کر رکھا (۳) مباح ہو کسی کی ملک ہو، مثلاً سبیل یا سقایہ کا پانی۔

آپ نے فرمایا کہ: آخری قسم کا پانی بالغ بھرے یا نابالغ احکام میں کچھ فرق نہ ہوگا۔ یہی حال دوسرے قسم کے پانی کا ہے جب کہ مالک نے اسے مباح کر دیا ہو، ہاں اگر مالک بنا دیا تو اب احکام میں فرق آئے گا۔ امام احمد رضا نے فرمایا کہ یہاں زیادہ تفصیل طلب اور مقصود بالبحث پہلی قسم ہے اس کے لیے آپ نے سب سے پہلے یہ تنقیح فرمائی کہ اُن اصول پر نظر کرنا لازم ہے جو مباح مالوں جیسے مذکورہ پانی یا جنگل کی خودرو گھاس، پیڑ، پھل، پھول وغیرہ پر ملک حاصل ہونے کے لیے ہیں۔ فقہ کی کتابوں میں اس کے جزئیات متفرق طور پر مذکور ہوئے جن سے نظر حاضر ایک موجودہ ضابطہ تک پہنچنے کی امید رکھتی ہے۔

آپ نے اس کی تحقیق فرماتے ہوئے نو صورتیں تفصیل کے ساتھ ذکر فرمائیں اور فرمایا کہ:

”بالجملہ یہ نو صورتیں ہیں جن میں سے چار میں وہ شے مباح لینے والے کی مِلک ہے اور پانچ میں دوسرے کی۔ یہ جب کہ لینے والا حُر (آزاد) ہو ورنہ مملوک کسی شے کا مالک نہیں ہوتا اس کا جو کچھ ہے اس کے مولی (آقا) کا ہے. هذا ماظهر لی نظرا فی کلماتهم وأرجو أن يكون صوابا إن شاء الله تعالىٰ“

(رسالہ عطاء النبی لِإفاضۃ أحکام ماء الصبی)

اس کے بعد آپ نے دوسری تنقیح فرماتے ہوئے فرمایا کہ:

یہ اصول مطلق استیلائے مباح میں ہُوئے کہ مباح چیز پر کسی کا قبضہ وغلو ہوا، یہاں نابالغ میں گفتگو ہے، یہاں یہ بھی دیکھنا ضروری کہ اگر اُس نابالغ کے ماں باپ اگر اُس سے کوئی مباح چیز مثلاً کُنویں سے پانی یا جنگل سے پتّے منگائیں تو کیا باپ اور بیٹے کے رشتہ و تعلق کے سبب مذکورہ احکام میں کچھ فرق آئے گا یا نہیں۔ آئے گا تو کیا؟ اس سلسلے میں آپ نے علما کے تین اقوال ذکر کیے:

(۱)۔زیادہ مشہور یہ ہے کہ: ماں باپ کو بھی مباح چیزوں میں خدمت لینے کا اختیار نہیں بچہ نے اگرچہ انھیں کے حکم سے انھیں کے برتن میں انھیں کے لیے لے خود ہی مالک ہوگا، ماں باپ کو اُس میں تصرف حرام ہے، مگر یہ کہ محتاج ہوں۔

امام احمد رضا نے اس پہلے قول کے بارے میں اقول لکھ کر فرمایا کہ:

"اگر ماں باپ محتاج ہوں تو بلا قیمت تصرف کر سکتے ہیں، اور اگر محتاج نہیں مگر جس وقت انھیں حاجت ہے اس وقت ان کے پاس مال نہیں مثلاً سفر میں ہوں اور مال گھر پر ہو تو قیمت کے وعدہ کے ساتھ تصرف کر سکتے ہیں۔"

آپ نے کتبِ فقہ سے اسے روشن فرما کر فرمایا کہ:

"مگر اس اجازت سے احکام مذکورۂ استیلا میں کوئی تغیر نہ ہوئی کہ مِلک نابالغ ہی کی قرار پائی۔ ماں باپ کو قیمتاً یا مفت اُس میں تصرف کی اجازت صرف اسی مال استیلا (جس مباح مال پر بچہ نے قبضہ کیا) کے ساتھ خاص نہیں صبی (بچہ) کی ہر مِلک میں ہے۔

(۲)۔فقیر والدین کی طرح غنی ماں باپ کو بھی بچہ سے ایسی خدمت لینے کا حق ہے اور وہ پانی روا ہے کہ عرف و رواج مطلق ہے یہ امام محمد سے ایک روایت ہے۔"

امام احمد رضا نے اس دوسرے قول پر "اقول" لکھ کر فرمایا کہ:

اقول: اس تقدیر پر ظاہر یہ ہوتا کہ بچہ نے جو مباح مال والدین کی فرمائش سے لیا اس کے مالک والدین ہی ٹھہریں ورنہ بحالِ غنا (تونگری و مال داری) ان کو تصرف ناروا ہوتا۔

تو یہ روایت استیلا کی نو صورتوں میں سے تیسری صورت کے حکم میں والدین کا استثنا

کرتی مگر امام محمد ہی سے ایسی ہی نادر روایت آئی ہے کہ:

"اگر بچہ کھانے پینے کی چیز اپنے ماں باپ کو ہدیۃً دے۔ تو وہ والدین کے لیے مباح ہے تو یہ روایت بھی مذکورہ احکام پر کچھ اثر نہ ڈالے گی کہ مالک صبی (بچہ) ہی ٹھہرا۔"

امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا کہ: اس روایت کی تحقیق بعونہ تعالیٰ عن قریب آتی ہے اور یہ کہ وہ اس مقام سے بے علاقہ ہے مگر اقرب یہی ہے کہ یہ روایت والدین کے لیے اباحتِ تصرف کرتی ہے نہ کہ اثباتِ ملک تو ضابطہ بحال ہے۔

(۳)-اگر ماں باپ کے برتن میں لیا تو وہ مالک ہوں گے ورنہ صبی (بچہ) جیسے اجیر (ملازم و نوکر)۔

امام احمد رضا نے اس تیسرے قول پر فرمایا کہ: یہ اس اجیر کا حکم ہے جس کا نہ وقت معین کیا نہ کسی معین چیز کے لیے اجیر کیا، نہ اُس نے مستاجر (ملازم و نوکر رکھنے والے) کے لیے اقرار کیا کہ ان حالتوں میں برتن پر لحاظ نہیں۔

اس کو کتبِ فقہ کی شہادتوں سے مزین کر کے فرمایا کہ:

"بالجملہ یہ روایات غیرِ ملکِ صبی میں ہیں اور یہاں کلام مِلکِ صبی (بچہ کی مِلک) میں کہ مباح پانی بلا شبہ بھرنے والے کی مِلک ہوگا جب کہ بروجہِ اجارہ (ملازم و مزدور رکھنے) کے طریقہ پر نہ ہو اور صبی کی مِلک (بچہ کی مِلک) والدین کو بے احتیاج حلال نہیں مقتضائے نظرِ فقہی تو یہ ہے۔"

اس کے بعد آپ نے عرف و عادت کی روشنی میں توضیح احکام کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"اقول: و باللہ التوفیق مگر شک نہیں کہ عرف و عادت اس کے خلاف ہے اور وہ بھی دلائل شرعیہ سے ہے تو مناسب کہ اسے قلیل (تھوڑا) عفو (معاف) قرار دیں جس پر قرآن و حدیث سے دلیل ہے۔"

اس کے بعد قرآن کریم کی آیتِ کریمہ سے استدلال فرمایا جس میں یہ فرمایا کہ:

"اگر تم یتیم کے مالوں کے ساتھ اپنا مال ملا کر کھاؤ تو وہ تمھارے بھائی ہیں۔"

ظاہر ہے کہ یتیم کے مال کے ساتھ اپنا مال ملا کر کھانے کے وقت کامل امتیاز قریب محال ہے۔

اور تیسرے قول کے بارے میں فرمایا کہ: اس قول میں ماں باپ کے معاملہ کو اجارہ پر قیاس کیا اور اس پر "**اقول**" فرما کر **اولاً** یہ کلام فرمایا کہ: یہ صحت توکیل کو چاہتا ہے اور اعیانِ مباحہ میں توکیل خلافِ نصوص ہے اور فقہائے کرام نے اس کی مختلف علتیں بیان فرمائی ہیں، آپ نے ان علتوں کو مکمل تفصیل و تحقیق کے ساتھ ذکر فرمایا، پھر **ثانیاً** اس پر یہ کلام فرمایا کہ:

"اگر ماں باپ کا معاملہ اجارہ کے معاملہ پر قیاس کرنا صحیح ہو تو یہ حکم صرف برتن ہی کے ساتھ خاص نہ ہوگا، کہ ان کے برتن میں لے، بلکہ والدین کی نیت سے لینا ہی ان کی ملکیت کو ثابت کر دے گا، اگرچہ ان کے برتن میں نہ لے کہ مقیس علیہ یعنی اجارۂ مذکورہ میں اصل مدار نیت پر ہے جیسا کہ نہ اجیر کا یہ وقت بکا ہے نہ شئ معین ہے، تو وہ اپنے لیے بھی لے سکتا ہے اور اپنے مستاجر کے لیے بھی، جس کے لیے لے گا اسی کی ملک ہوگی، ہاں اگر لیتے وقت کسی کی نیت نہ تھی یا وہ کہے: میں نے اپنے لیے نیت کی تھی اور مستاجر کہے میرے لیے کی تھی تو اس وقت ظرف (برتن) پر فیصلہ رکھیں گے، اس کے ظرف میں لی تو اس کے لیے ورنہ اپنے لیے۔"

اور اس کی اصل تفصیل و تحقیق کے ساتھ ذکر فرما کر علما کے ان تینوں قولوں کے بارے میں فرمایا کہ:

"بالجملہ قول سوم خلافِ اصول و مخالفِ منقول ہے اور قول اول میں حرج بشدّت اور دوم کہ نص محرر المذہب سے ماثور مؤید بعرف وکتاب وسنت لہٰذا فقیر اُسی کے اختیار میں اپنے رب عزوجل سے استخارہ کرتا ہے وباللہ التوفیق تو ثابت ہوا کہ احکام مذکورۂ صور استیلا میں نسبت اُبُوَّتْ وبُنُوَّتْ (باپ اور بیٹے کے رشتے) سے کوئی تغیر نہیں آتا جب یہ اصل بعونہ تعالیٰ ممہّد ہولی واضح ہوا کہ نابالغ کا بھرا ہوا پانی ایک نہیں بہت سے پانی ہیں جن کا سلسلۂ شمار یوں ہے۔"

اس کے بعد آپ نے نابالغ کے بھرے ہوئے پانی کا شمار فرمایا اور چار تنبیہیں فرماتے ہوئے فرمایا:

تنبیہ ا: یہاں سے اُستاد سبق لیں معلموں کی عادت ہے کہ بچّے جو اُن کے پاس پڑھنے یا کام سیکھنے آتے ہیں اُن سے خدمت لیتے ہیں یہ بات باپ دادا یا وصی کی اجازت سے جائز ہے جہاں تک معروف ہے اور اس سے بچّے کے ضرر کا اندیشہ نہیں مگر نہ اُن سے پانی بھرواکر استعمال کرسکتے ہیں نہ اُن کا بھرا ہوا پانی لے سکتے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ: شریعت کے خلاف جو ان کی عادت قائم ہے اس کا اعتبار نہیں، سلفِ صالحین کے زمانہ میں یہ اصطلاح نہ تھی۔

تنبیہ ۲: کنویں کا پانی جب تک کنویں سے باہر نہ نکال لیا جائے کسی کی مِلک نہیں ہوتا۔ تو استاد جسے بچّے سے خدمت لینے کا اختیار ہے یہ کرسکتا ہے کہ پانی بچّے سے بھروائے یہاں تک کہ ڈول کنویں کے لب تک آئے اُس کے بعد خود اسے نکال لے کہ یہ پانی بچّے کی مِلک نہ ہوگا بلکہ خود اُس کی۔

* کتبِ فقہ سے اسے مبرہن فرماکر تیسری تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا:

"**تنبیہ ۳:** بہشتیوں کے بچّے اکثر کنویں پر پانی بھرتے ہیں لوگوں کی عادت ہے کہ: ان سے وضو یا پینے کو لیتے ہیں یہ حرام ہے اور عوام کو اس میں ابتلائے عام ہے ولا حول ولا قوۃ إلّا باللّٰہ العلی العظیم."

اس تنبیہ کے بعد اس مقام کی تحقیق فرمائی اور بعض صورتوں کو مطلقًا ناجائز، بعض کو ناجائز کہا اور بعض کے بارے میں فرمایا کہ: اسے جائز ہونا چاہیے، اور چوتھی تنبیہ کے تحت فرمایا:

"**تنبیہ ۴ :** معتوہ بوہرا جس کی عقل ٹھیک نہ ہو تدبیر مختل ہو کبھی عاقلوں کی سی بات کرے کبھی پاگلوں کی مگر مجنون کی طرح لوگوں کو محض بے وجہ مارتا گالیاں دیتا اینٹیں پھینکتا نہ ہو وہ تمام احکام میں صبی عاقل (عقل مند بچہ) کی مثل ہے تو یہ سب احکام بھی اُس میں یوں ہی جاری ہوں گے۔"

اس کے بعد "اقول" کے تحت فرمایا:

"مگر غنی ماں باپ کا اُس کے بھرے ہوئے سے انتفاع امام محمد سے دربارۂ صبی مروی اور اُس کا مبنی عرف وعادت اور معتوہ میں اس کی عادت ثابت نہیں اور منع میں بوجہِ ندرتِ

عتہ (کم عقلی) لزومِ حرج نہیں تو یہاں ظاہراً قول اول ہی مختار ہونا چاہیے واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔"

اس کے بعد آپ نے فائدہ کے تحت فرمایا کہ:

"یہاں تک ان پانیوں کا بیان تھا جس میں دوسرا پانی نہ ملا۔ اگر اس پانی میں دوسرا پانی ملا تو اس کی صورتیں آگے آرہی ہیں۔"

آپ نے فرمایا کہ:

"کتبِ کثیرہ معتمدہ میں تصریح ہے کہ: اگر نابالغ نے حوض میں سے ایک کوزہ بھرا اور اس میں سے کچھ پانی بھر کر اسی حوض میں ڈال دیا، اب اس کا استعمال کرنا کسی کو حلال نہ رہا۔

"شامی کے حوالہ سے اسے ذکر فرما کر فرمایا کہ: اس مقام پر بہت استثنا اور تنبیہیں ہیں۔ آپ نے استثنا و تنبیہیں ذکر فرمائیں اور فقہی شہادتوں سے ایک قاعدہ روشن فرما کر فرمایا:

"جب یہ قاعدہ نفیسہ معلوم ہو لیا یہاں بھی اُس کا اِجرا کریں جتنا پانی اُس نابالغ نے ڈالا اسی قدر یا اُس سے زائد اُس حوض یا کنویں سے نکال کر اُس نابالغ کو دے دیں یہ دے دینا یقیناً جائز ہوگا کہ اگر اِس میں مِلک صبی ہے تو صبی ہی کے پاس جاتی ہے بخلاف بہا دینے یا ڈول کھینچ کر پھینک دینے کے کہ وہ مِلک صبی کا ضائع کرنا ہے اور یہ جائز نہیں اب کہ اُس قدر یا زائد پانی اُس صبی کو پہنچ گیا اُس کے ڈالے ہوئے پانی کا باقی رہنا مشکوک ہو گیا تو وہ یقین کہ موضعِ مجہول (نامعلوم جگہ) کے لیے تھا زائل ہو گیا اور حوض وچاہ (کنواں) کا باقی پانی جائز الاستعمال ہو گیا۔"

پھر آپ نے "اقول" فرما کر فرمایا:

"اس پر واضح دلیل مِثلیّاتِ مشترکہ مثلاً گیہوں وغیرہ میں وارث کبیر کا اپنا حصہ وارث نابالغ کے حصے سے جدا کر لینے کا جواز ہے اور اس کی یہ تقسیم جائز و مقبول رہے گی اگر نابالغ کا حصہ اُس کے لیے سلامت رہے تلف نہ ہو جائے۔"

آپ نے فقہی شہادتوں سے اسے روشن فرما کر فرمایا کہ:

"یہ طریقہ اثم (گناہ) سے بچنے کو ہے اور اگر بغیر اس کے کوئی شخص نادانستہ یا دیدہ

ودانستہ براہِ جہالت خواہ بے پرواہی احکامِ شریعت اُس میں سے اُتنا پانی یا اُس سے زائد بھر کرلے گیا تو اگرچہ وہ گنہ گار ہو باقی پانی جائز الاستعمال ہو گیا کہ اُتنا نکل جانے سے حوض و چاہ میں اُس کی بقا پر یقین نہ رہا۔"

ان محققانہ بحثوں کے بعد آپ نے ایک تنبیہ فرمائی اور بحث کے اخیر میں فرمایا کہ:

"یہ بحث وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوئی، اور اس سے عمدہ طور پر پریشانیاں دُور ہوگئیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے جو مصیبتوں کو دُور کرنے والا ہے اور اس کے محبوب ترین اور اس کی آل و صحابہ پر صلوٰۃ و سلام۔ آمین

الحمدللہ نمبر ۳۲ سے یہاں تک نابالغ کے پانی کا بیان جس تفصیل و تحقیق سے ہوا کتابوں میں اُس چند سطروں سے زائد نہ ملے گا۔"

یہ ہے امام احمد رضا کا اسلوبِ تحقیق کہ جس مسئلہ کی تحقیق فرماتے ہیں، نہ صرف یہ کہ تحقیقِ انیق فرماتے ہیں بلکہ اسے عرشِ تحقیق تک پہنچاتے ہیں اور اس کا کوئی گوشہ تشنۂ تحقیق نہیں چھوڑتے، بلکہ ہر شق کو واضح فرما کر ایسی گراں قدر تحقیق فرماتے ہیں جس سے آپ کی شان فقاہت و امامت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے اور طبیعت جھوم اٹھتی ہے اور زبانِ حال یہ کہتی ہے ع

کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا ایں جاست

آپ نے جس فن میں جس موضوع پر قلم اٹھایا تحقیق کا حق ادا فرمایا، جس پر شاہدِ عدل آپ کی گراں قدر تحقیقات ہیں۔ عدل و انصاف اور امانت و دیانت کے ساتھ آپ کی تحقیقات کا مطالعہ کرنے والا آپ کی عبقریت کا اعتراف کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

میں بہت واضح لفظوں میں کہنا چاہتا ہوں کہ امام احمد رضا کی تحقیقات کا غائرانہ مطالعہ کیا جائے تو اس بات کا زدعان کامل ہو گا کہ آپ نہ صرف عظیم فقیہ نہ عظیم محدث تھے بلکہ جامع جمیع علومِ عالم تھے۔ آپ کا مثل آپ کے ہم عصروں میں تو کیا ہو گا، اگر تعصب و عناد سے ہٹ کر انصاف و دیانت اور خدا کا خوف دل میں رکھ کر دیکھا جائے تو زمانۂ ماضی میں صدیوں پہلے ان کی کوئی نظیر نہیں، اکیاون یا باون فنون میں دست گاہِ تام اور مہارتِ تامہ

حاصل ہونا اور ان علوم و فنون کی تاسیس کرنے والوں کی اصلاح کرنا اور ان کے ذکر کردہ اصولوں میں اضافہ کرنا اور لاینحل عقدوں کو کشا فرمانا وغیرہ یہ امام احمد رضا کی وہ خصوصیتیں ہیں جو دور تک نظر نہیں آتیں۔

زیرِ نظر رسالہ "عطاء النبی لافاضۃ احکام ماء الصبی" آپ کی تحقیقات کا عطر مجموعہ ہے جس کے بارے میں میری خواہش تھی کہ یہ رسالہ مستقل طور پر الگ سے زیورِ طبع سے آراستہ ہو۔ بحمدہٖ تعالیٰ میری یہ خواہش پوری ہوئی۔ جامعہ اشرفیہ کے فضلا کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اپنی دستارِ فضیلت کے موقع پر سیدنا اعلیٰ حضرت و دیگر اکابر علمائے اہلِ سنت قدست اسرارہم کی کتابوں یا اپنی مرتب کردہ تالیف کو شائع کرتے ہیں۔ مولانا محمد سلیم اپنی دستار فضیلت کے موقع پر ایک کتاب شائع کرنا چاہتے تھے، میں نے اس کتاب کی اشاعت کا مشورہ دیا۔ انھوں نے بسر و چشم قبول کیا، اور اس کی کتابت کرائی اور مشکل الفاظ کو حل کرنے اور افادۂ عام کے لیے حاشیہ میں مشکل الفاظ کی توضیح کی، مگر طباعت میں کچھ موانع در پیش تھے جس کے سبب یہ کتاب زیور طبع سے آراستہ نہ ہوسکی، کتاب کی طباعت تو درکنار کتابت میں کتنے موانع درپیش ہیں اس کا اندازہ مجھے خوب ہے، اگر اس حوالے سے کچھ عرض کروں تو ایک کتاب تیار ہوجائے گی جس کا ذکر میں مناسب نہیں سمجھتا، مگر اتنا ضرور عرض کروں گا کہ اس کے سبب قلمی خدمات میں جمود و تعطل پیدا ہوجاتا ہے۔ بہرکیف مسبب الاسباب نے اس کتاب کی طباعت کا سبب فراہم فرمایا۔ ایک دن مولانا محمد مصطفیٰ رضا (کولمبو) نے جامعہ اشرفیہ میں تفسیر مدارک التنزیل کے درس کے بعد اپنا تحریر کردہ فتویٰ دکھایا اور اس سلسلے میں کچھ راہنمائی چاہی۔ وہ ان دنوں درس کے ساتھ ساتھ مشق افتا بھی کر رہے تھے۔ میں نے اس سلسلے میں کچھ ضروری باتوں کی طرف راہ نمائی کی، تو انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ یہ ساری باتیں کہاں ملیں گی؟ میں نے کہا کہ مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے فتاویٰ، خاص طور سے "عطاء النبي لإفاضة أحكام ماء الصبي" میں ملیں گی۔ اس کتاب سے نہ صرف امام احمد رضا کی شانِ فقاہت و امامت روشن ہوتی ہے، بلکہ آپ کی مجتہدانہ شان آفتاب نصف النہار سے زیادہ روشن ہوتی ہے۔ فقہ و افتا کی خدمت کے لیے "ہدایہ، فتح

القدیر، بدائع الصنائع، ردالمحتار، غنیۃ المستملی، زیلعی و شلبی، فتاویٰ رضویہ و جدالممتار کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ بالخصوص اس رسالہ کا مطالعہ اخذ و استنباط اور تحقیق و تدقیق اور تہذیب و تنقیح کے دروازے کھولتا ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے کس طرح اخذ و استنباط تحقیق و تدقیق اور تہذیب و تنقیح فرمائی ہے۔ آپ کے گراں قدر فتاویٰ بالخصوص اس کتاب کے مطالعہ سے عیاں ہوگا اور اس بات کا اذعان کامل ہوگا کہ مشکاۃ نبوت ﷺ کی بارگاہ سے آپ پر خاص فیضان ہوا ہے۔ مولانا موصوف نے نہ صرف مطالعہ بلکہ اس کی اشاعت کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے سارا واقعہ بتایا، انھوں نے مولانا محمد سلیم صاحب سے رابطہ کر کے کتاب کی کتابت کردہ کاپی حاصل کی اور اس کی جدید ترتیب اور اس میں ضروری تصحیحات کرائیں اور اس کتاب کو الگ سے شائع کیا۔

یہ رسالہ اگرچہ فتاویٰ رضویہ کی اشاعت کے ساتھ بار بار طبع ہو چکا ہے مگر تحقیق و تدقیق کے اس عظیم الشان علمی ذخیرہ کے اندر کتنے ایسے گراں قدر جواہر پنہاں ہیں جن تک ہر ایک کی رسائی نہیں ہو پاتی ہے۔ اس کتاب کے افادہ و استفادہ کو عام کرنے کے لیے مولانا موصوف نے قابل قدر اور لائق اتباع کوشش کی ہے، رب کریم اپنے حبیب پاک سید عالم ﷺ کے صدقے میں ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور اس کتاب کے افادہ کو عام و تام فرمائے اور ان سے دینِ متین کی روشن خدمات کو قبول فرمائے اور جامعہ اشرفیہ کا نام روشن کرنے اور امام احمد رضا قدس سرہ کی تحقیقات کو اجاگر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور انھیں اور ان کے والدین و جملہ اہل خانہ کو دارین میں اس کا بہتر صلہ بخشے۔ آمین بجاه النبی الامین الکریم علیه وعلیٰ آله وصحبه ازکیٰ التحیة وأسمی التسلیم.

محمد ناظم علی رضوی مصباحی
استاذ: جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
اعظم گڑھ

تقریب

از: حضرت علامہ مولانا محمد صدر الوریٰ قادری، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم * نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

إن اللہ عزوجل یبعث لھٰذہٖ الأمۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا.

بے شک اللہ عزوجل اس امت کے لیے ہر صدی کے اخیر میں کوئی ایسا شخص بھیجے گا جو اس کے لیے اس کے دین کی تجدید کرے گا۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب ما یذکر فی قدر قرن المائۃ)

اس حدیث شریف کے تناظر میں جب گزشتہ صدیوں پر نظر ڈالی جائے تو تجدید دین، احیائے سنت، ترویج شریعت، قمع بدعات اور ردّ منکرات کے وسیع میدان میں جن علمائے اعلام نے عظیم خدمات انجام دیں ان میں چودھویں صدی کے عظیم مجدد امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ (متوفیٰ ۱۳۴۰ھ) کی عبقری شخصیت اپنے تمام تر امتیازات کے ساتھ نمایاں طور پر نظر آتی ہے پچپن سے زائد علوم فنون میں تقریباً ایک ہزار تصانیف کا طویل سلسلہ اعلیٰ حضرت کی علمی عظمت وسطوت، محدثانہ بصیرت، فقہی عبقریت اور تجدیدی شان کا جیتا جاگتا ثبوت ہے، جس کا اعتراف صرف علمائے عجم ہی نہیں بلکہ علمائے حرمین شریفین نے بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تحقیقات، فتاویٰ اور تجدیدی کارناموں کو دیکھ کر ان کے تبحر علمی دقت نظر اور وسعت مطالعہ کا اعتراف کیا اور بڑے والہانہ انداز میں انھیں چودھویں صدی کا مجدد تسلیم کیا اور امام الائمہ، مجدد ہٰذہ الأمۃ، امام المحدثین اور حسام رقاب الملحدین جیسے عظیم القاب سے یاد کیا۔

چناں چہ امام احمد رضا قدس سرہ نے سفر حج کے دوران اپنے فتاویٰ کے کچھ اوراق محافظ کتب حرم شیخ اسماعیل خلیل کو بھیجا جنھیں دیکھ کر محافظ کتب حرم نے فرمایا:

واللہ أقول، والحق اقول: إنہ لو رأھا ابو حنیفۃ النعمان لأقرت

عينه ولجعل مؤلفها من جملة الأصحاب.

ترجمہ: قسم خدا کی میں کہتا ہوں اور میں حق ہی کہتا ہوں کہ اگر ان تحقیقات کو امام اعظم ابو حنیفہ دیکھتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور ان فتاویٰ کے مولف (امام احمد رضا) کو ضرور اپنے اصحاب میں شامل کر لیتے۔

ناظرین اس سے اندازہ لگائیں کہ محافظ کتب حرم کی نگاہ میں اعلیٰ حضرت کی کیا حیثیت تھی اور ان کا کیا مقام تھا؟

اسی طرح مکہ مکرمہ کے مفتی حنفیہ شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن سراج مکی نے امام احمد رضا کی تحقیقات دیکھ کر فرمایا:

ألا إنه ملك العلماء الأعلام الذى حقق لنا قول القائل الماهر: كم ترك الأول للآخر.

ترجمہ: یقیناً وہ علمائے اعلام کے بادشاہ ہیں جنھوں نے ہمارے لیے صاحب مہارت قائل کے اس قول کو حق ثابت کر دیا کہ اگلوں نے پچھلوں کے لیے کتنی باتیں چھوڑ دی ہیں۔

اس طرح علمائے عرب کے اعتراضات اور کلمات تقریظ ہیں جو اعلیٰ حضرت کے مشہور حاشیہ شامی "جدالممتار" کے مقدمے میں درج کیے گئے ہیں۔

زیر نظر رسالہ "عطاء النبی لإفاضة أحکام ماء الصبی" یعنی بچے کے حاصل کردہ پانی کے احکام کے متعلق نبی کریم ﷺ کا عطیہ، تحقیقات رضویہ کا ہی ایک حصہ ہے، جس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے مسئلے کے تمام گوشوں پر بڑی طویل بحثیں فرمائی ہیں اور تحقیق کا وہ اعلیٰ نمونہ پیش فرمایا ہے جس کی مثال کتب فقہ میں نہیں ملتی۔ خود ہی اس رسالہ کے اختتام میں تحدیثِ نعمت کے طور پر فرمایا:

الحمد للہ! نمبر ۳۲ سے یہاں تک نابالغ کے پانی کا بیان جس تفصیل و تحقیق سے ہوا، کتابوں میں اس چند سطروں سے زائد نہ ملے گا، ممکن ہے کہ اسے رسالہ مستقلہ کیجیے اور "عطاء النبی لإفاضة أحکام ماء الصبی" نام رکھیے۔ وللہ الحمد۔"

اس رسالے کے آغاز میں پانی کی تین قسمیں بیان فرمائیں:

(۱)- مباح غیر مملوک۔ (۲) مملوک غیر مباح۔ (۳) مباح مملوک۔

مباح مملوک جیسے دریاؤں نہروں کے پانی، تالابوں، جھیلوں، ڈبروں کے برساتی پانی،

مملوک کنویں کا پانی۔ مملوک غیر مباح جیسے برتنوں کا پانی کہ آدمی اپنے گھر کے خرچ کو بھرایا بھروا کر رکھا۔ مباح مملوک جیسے سبیل کا سقایہ یا پانی کہ کسی نے خود بھرا، یا اپنے مال سے بھروایا۔

ان تمام اقسام پر بڑی تفصیل سے بحثیں فرمائیں، اور استیلائے مباح کے تحت کئی گوشوں کی تنقیح فرمائی جس میں تنقیح دوم کے تحت رقم طراز ہیں:

یہ اصولِ مطلق استیلائے مباح میں ہوئے یہاں تک کہ گفتگو نابالغ میں ہے یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ اس کے والدین اگر اس سے کوئی شی مباح مثلاً کنویں سے پانی یا جنگل سے پتے منگائیں تو اس نسبت بنوت کے سبب احکام مذکورۂ استیلا میں کوئی تفاوت آئے گا یا نہیں اگر آئے گا تو کیا؟ اس میں علما کے تین قول ہیں:

اول: کہ زیادہ مشہور ہے یہ کہ والدین کو بھی مباحات میں استخدام کا اختیار نہیں صبی اگرچہ ان کے حکم سے انھیں ہی کے لیے انھیں کے ظرف میں لے خود ہی مالک ہوگا اور والدین کو اس میں تصرف حرام مگر بحالت محتاجی۔

دوم: فقیر والدین کی طرح غنی ماں باپ کو بھی بچہ سے ایسی خدمت لینے کا حق ہے اور وہ پانی روا کہ عرف ورواج مطلق ہے یہ امام محمد سے ایک روایت ہے۔

سوم: اگر ماں باپ کے برتن میں لیا تو وہ مالک ہوں گے ورنہ صبی جیسے اجیر، اور ان تمام اقوال پر نہایت محققانہ گفتگو فرمائی ہے۔ اور خلاصۂ کلام کے طور پر ارشاد فرمایا:

"**بالجملہ** قول سوم خلاف اصول و مخالف منقول ہے، اور قول اول میں حرج بشدت، اور دوم کہ نص محرر المذہب سے ماثور مؤید بعرف و کتاب و سنت، لہٰذا فقیر اسی کے اختیار میں اپنے رب عزوجل سے استخارہ کرتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔"

پھر فرمایا: "جب یہ اصل بعونہ تعالیٰ ممہد ہولی واضح ہوا کہ نابالغ کا بھرا ہوا پانی ایک نہیں بہت سے پانی ہیں جن کا شمار یوں ہے۔"

ان تمام صورتوں کو شمار فرما کر ہر ایک کا حکم واضح فرمایا۔ اڑتالیسویں صورت ذکر کرنے کے بعد معلّمین جن کے پاس نابالغ بچے علم سیکھنے کے لیے آتے ہیں انھیں ان الفاظ میں تنبیہ فرمائی:

"یہاں سے استاذ سبق لیں معلّموں کی عادت ہے کہ بچے جو ان کے پاس پڑھنے یا کام

سیکھنے آتے ہیں ان سے خدمت لیتے ہیں یہ بات باپ دادا یا وصی کی اجازت سے جائز ہے جہاں تک معروف ہے اور اس سے بچے کے ضرر کا اندیشہ نہیں مگر نہ ان سے پانی بھرواکر استعمال کرسکتے ہیں نہ ان کا بھرا ہوا پانی لے سکتے ہیں:

أقول: و عرفهم الحادث علی خلاف الشرع لایعبأبه فإنه لم یکن فیمن مضی من أهل الخیر ومرّ الإمام الکسائی رحمه الله تعالیٰ علیٰ سکة عطشان فاستسقیٰ من بعض بیوتها ثم تذکر أنه أقرا بعض أهلها فمرّ ولم یشرب.

ترجمہ: یعنی ان کا نیا عرف جو شریعت کے بر خلاف ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں یہ سلف صالحین کے زمانے میں نہ تھا ایک مرتبہ امام کسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا گزر ایک گلی سے ہوا آپ پیاسے تھے تو ایک گھر سے پانی طلب کیا پھر انھیں یاد آیا کہ انھوں نے اس گھر کے کچھ لوگوں کو پڑھایا ہے تو آپ گزر گئے اور وہاں پانی نہ پیا۔

پورا رسالہ تحقیقات عالیہ سے معمور ہے جن کا تعلق مطالعہ سے ہے۔

برادر طریقت عزیز گرامی وقار مولانا مصطفیٰ رضا مصباحی سلّمہٗ ربہ (کولمبو سری لنکا) کے باشندہ ہیں جو کئی سال سے جامعہ اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ (یوپی) انڈیا۔ میں زیر تعلیم ہیں اور اس سال جامعہ ہی سے ان کی فراغت بھی ہونے والی ہے۔

یہ ایک بہترین نعت خواں ہونے کے ساتھ ایک ذی استعداد عالم دین ہیں، علم دین کی نشر و اشاعت کا اپنے سینے میں جذبۂ بے کراں رکھتے ہیں۔ انگریزی زبان میں بعض کتابوں کو ترجمہ کرکے بڑے اہتمام کے ساتھ انھیں شائع بھی کیا ہے جس سے ان کے متحرک اور فعال ہونے کا بھرپور اندازہ ہوتا ہے۔ خوبصورت تہذیب و تعلیق اور تحشیہ کے ساتھ مذکورہ رسالے کی اشاعت بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس کوشش کو قبول فرمائے اور مزید توفیق خیر سے نوازے۔ آمین بجاہ حبیبه سید المرسلین صلی الله تعالیٰ علیه وآله وبارك وسلم.
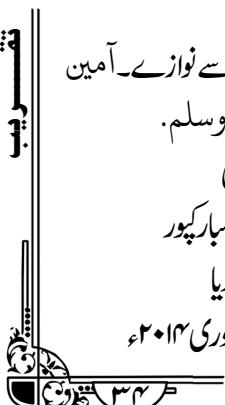
محمد صدر الوریٰ قادری

خادم التدریس جامعہ اشرفیہ مبارکپور

ضلع اعظم گڑھ (یوپی) انڈیا

۲۵/ ربیع الآخر ۱۴۳۵ھ /۲۶/ فروری ۲۰۱۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عطاء النبی لإفاضۃ أحکام ماء الصبی

۱۳۳۴ھ

(بچّے کے حاصل کردہ پانی کے احکام کے متعلق نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عطیہ)

نابالغ کا بھرا ہوا پانی یہ مسئلہ بہت طویل الذیل[1] وکثیر الشقوق[2] ہے کتابوں میں اس کی تفصیلِ تام تودرکنار بہت سی صورتوں کا ذکر بھی نہیں فقیر بتوفیق القدیر اُمید کرتا ہے کہ اُس میں کلام شافی وکافی ذکر کرے فأقول و باللہ التوفیق: پانی تین قسم ہیں(۱) مباح غیر مملوک (۲) مملوک غیر مباح (۳) مباح مملوک۔

اول: دریاؤں نہروں کے پانی تالابوں، جھیلوں، ڈبروں[3] کے برساتی پانی مملوک کنویں کا پانی کہ وہ بھی جب تک بھرا نہ جائے کسی کی مِلک نہیں ہوتا جس کی تحقیق ابھی گزری مساجد وغیرہا کے حوضوں سقایوں[4] کا پانی کہ مالِ وقف سے بھرا گیا اس کا بیان بھی گزرا یہ سب پانی مباح ہیں اور کسی کی مِلک نہیں۔

دوم: برتنوں کا پانی کہ آدمی نے اپنے گھر کے خرچ کو بھرا یا بھروا کر رکھا وہ خاص

---

(۱) تفصیل طلب

(۲) بہت سی شقوں والا

(۳) گڑھوں

اس کی مِلک ہے۔ بغیر اس کی اجازت کسی کو اس میں تصرف جائز نہیں۔

سوم: سبیل یا سقایہ کا پانی کہ کسی نے خود بھرا یا اپنے مال سے بھروایا بہر حال اس کی مِلک ہوا اور اس نے لوگوں کے لیے اس کا استعمال مباح کردیا وہ بعد اباحت بھی اُسی کی مِلک رہتا ہے یہ پانی مملوک بھی ہے اور مباح بھی۔ ظاہر ہے کہ قسم اخیر کا پانی بالغ بھرے یا نابالغ کچھ فرقِ احکام نہ ہوگا کہ لینے والا اس کا مالک ہی نہیں ہوتا۔ یوں ہی قسم دوم میں جب کہ مالک نے اسے بطورِ اباحت دیا ہاں اگر مالک کیا تو اب فرقِ احکام آئے گا اور اگر بے اجازت مالک لیا یا دونوں قسم اخیر میں مالک بوجہِ صغر یا جنون اجازت دینے کے قابل نہ تھا تو وہ آپ مغصوب ہے۔ زیادہ تفصیل طلب اور یہاں مقصود بالبحث قسم اوّل ہے اس کے لیے **تنقیح اول** اُن اصول پر نظر لازم جو اموال مباحہ جیسے آبِ مذکور یا جنگل کی خودرو گھاس پیڑ پھل پھول وغیرہا پر حصولِ ملک کے لیے ہیں۔ کتب میں اس کے جزئیات میں متفرق طور پر مذکور ہوئے جن سے نظرِ حاضر ایک ضابطہ تک پہنچنے کی امید رکھتی ہے واللہ الھادی.

فأقول: وبہ أستعین یہ تو ظاہر ہے کہ مباح چیز احراز[1] واستیلا[2] سے مِلک ہوجاتی ہے۔ اول بار جس کا ہاتھ اُس پر پہنچا اور اس نے اپنے قبضے میں کرلیا اُسی کی مِلک ہوجائے گی مگر یہ قبضہ کبھی دوسرے کی طرف منتقل ہوتا اور اُس کا قبضہ ٹھہرتا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ: مال مباح کا لینے والا دو حال سے خالی نہیں: اُس شے کو اپنے لیے لے گا یا دُوسرے کے لیے، بر تقدیر ثانی بطور خود یا اس کے کہے سے بر تقدیر ثانی بلا معاوضہ یا باجرت بر تقدیر ثانی اُس دوسرے کا اجیر[3] مطلق ہے جیسے خدمت گار یا خاص اسی مباح کی تحصیل کے لیے اجیر کیا بر تقدیر ثانی اجارہ وقت معین پر ہوا، مثلاً آج صبح سے دوپہر تک یا بلا تعین بر تقدیر ثانی وہ شے مباح متعیّن کردی تھی مثلاً یہ خاص درخت یا یہاں سے یہاں تک کے یہ دس پیڑ یا اس قطعۂ مخصوصہ کا سبزہ یا اس حوض کا سارا پانی یا

---

(۱) جمع کرنا، محفوظ کرنا، حاصل کرلینا۔

(۲) قبضہ کرنا، غالب آنا

(۳) اجیر مطلق: اس شخص کو کہتے ہیں جس سے کوئی بھی شخص اجرت دے کر کام لے سکتا ہے، اس کے بر خلاف اجیرِ خاص وہ ہے جو معین شخص کی خدمت پر مامور ہوتا ہے۔

یہ تعیین بھی نہ تھی بر تقدیر ثانی اجیر[٧] قبول کرتا ہے کہ یہ شے میں نے مستاجر کے لیے لی یا نہیں، بر تقدیر ثانی اگر اس شے کا احراز مثلاً کسی ظرف[1] میں ہوتا ہو تو وہ ظرف مستاجر[٨] کا تھا یا نہیں، یہ نو[٩] صورتیں ہُوئیں ان میں صورت اولیٰ میں تو ظاہر ہے کہ: وہ شے اُسی قبضہ کرنے والے کی ملک ہوگی دوسرے کو اس سے علاقہ ہی نہیں، یوں ہی صورت دوم میں بھی کہ شرع مطہر نے سبب ملک استیلا رکھا ہے وہ اس کا ہے دوسرے کے لیے محض نیت اس ملک کو منتقل نہ کردے گی۔ فتح القدیر میں ہے:

لَوْقِيْلَ عَلَيْهِ هٰذَا إِذَا اسْتَوْلٰى عَلَيْهِ بِقَصْدِهِ لِنَفْسِهِ فَأَمَّا إِذَا قَصَدَ ذٰلِكَ لِغَيْرِهِ فَلِمَ لَايَكُوْنُ لِلغَيْرِ. يُجَابُ: بِأَنَّ إِطْلَاقَ نَحْوِ قَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلنَّاسُ شُرَكَاءُ فِيْ ثَلَاثٍ" لَايُفَرِّقُ بَيْنَ قَصْدٍ وَّقَصْدٍ. اهـ. وَ كَتَبْتُ عَلَيْهِ. (فتح القدیر، فصل فی شرکۃ فاسدۃ/ج۵/ص۴۱۰)

اگر اس پر کہا جائے کہ: یہ اس صورت میں ہے جب کہ اس پر استیلا کیا اور قصد اپنے نفس کے لیے کیا، اور اگر کسی دوسرے کے لیے اس کا ارادہ کیا، تو یہ غیر کے لیے کیوں نہ ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ: حضور ﷺ کا یہ فرمان: "لوگ تین چیزوں میں شریک ہیں" ایک قصد اور دوسرے قصد میں فرق نہیں کرتا ہے۔ اھ

اَقُوْلُ: اَلْإِحْرَازُ سَبَبُ الْمِلْكِ وَقَدْ تَمَّ لَهُ فَمَلَكَ وَلَا يَنْتَقِلُ لِغَيْرِهِ بِمُجَرَّدِ الْقَصْدِ كَمَنْ شَرٰى غَيْرَ مُضَافٍ إِلٰى زَيْدٍ وَنِيَّتُهُ أَنَّهُ يَشْتَرِيْهِ لِزَيْدٍ لَمْ يَكُنْ لِزَيْدٍ.

اس پر میں نے لکھا ہے کہ: میں کہتا ہوں: حاصل کرلینا اسبابِ ملک میں سے ہے اور ملک اس کے لیے تام ہوچکی ہے اور وہ مالک ہوگیا اور یہ ملک دوسرے کی طرف محض قصد کی وجہ سے منتقل نہ ہوگی، جیسے کوئی شخص کوئی چیز خریدے اور اس کو زید کی طرف مضاف نہ کرے اور نیت یہ ہو کہ وہ زید کے لیے ہے، تو وہ زید کے لیے نہ ہوگی۔ (ت)

---

(۱) ظرف: یہ لفظ کتاب میں کئی جگہ آئے گا، موقع ومحل کے اعتبار سے اس کا معنیٰ کہیں وقت ہوگا، تو کہیں برتن، جیسا کہ یہاں پر ظرف کا معنیٰ برتن ہے۔

اسی طرح صورتِ سوم میں بھی کہ تحصیلِ مباح کے لیے دوسرے کو اپنا نائب ووکیل وخادم ومعین بنانا باطل ہے۔

درمختار کتاب الشرکۃ میں ہے:

اَلتَّوْکِیْلُ فِیْ أَخْذِ الْمُبَاحِ لَایَصِحُّ. (درمختار/شرکۃ فاسدہ/ج۱/ص۳۷۴)

مباح چیز کولانے کے لیے کسی کو وکیل بنانا درست نہیں ہے۔(ت)

جامع احکام الصغار مع جامع الفصولین، فصل کراہیت میں ہے:

أَلْاسْتِخْدَامُ فِيْ الْأَعْيَانِ الْمُبَاحَةِ بَاطِلٌ . (ج۱/ص۱۴۷)

اعیان مباحہ[1] میں استخدام[2] باطل ہے۔(ت)

فتح القدیر میں ہے:

اَلشَّرْعُ جَعَلَ سَبَبَ مِلْكِ الْمُبَاحِ سَبْقَ الْيَدِ إِلَيْهِ فَإِذَا وَكَّلَهُ بِهِ فَاسْتَوْلٰى عَلَيْهِ سَبَقَ مِلْكُهُ لَهُ مِلْكَ الْمُوَكِّلِ.(فصل فی الشرکۃ الفاسدۃ/ج۵/ص۴۱۰)

شریعت نے مباح اشیا میں ملک کا سبب سبقت ید[3] کو بتایا ہے، توجب کسی نے اس پر کسی کو وکیل بنایا اور اس نے اس پر استیلا حاصل کرلیا تو وکیل کی ملک اس کے لیے موکل کی ملک پر سابق ہوجائے گی (تو وکیل اس کا مالک ہوجائے گا نہ کہ موکل) موکل کی ملک اس پر ثابت ہوجائے گی تو وکیل مالک ہوجائے گا۔(ت)

ہندیہ اجارات باب ۱۶ میں قنیہ سے ہے:

قَالَ نَصِيْرُ (هُوَ ابْنُ يَحْيٰى) قُلْتُ (أَىْ لِلْإِمَامِ أَبِيْ سُلَيْمٰنَ الْجَوْزَجَانِيْ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى) فَإِنِ اسْتَعَانَ بِإِنْسَانٍ يَحْتَطِبُ أَوْيَصْطَادُ لَهُ (أَىْ مِنْ دُوْنِ أَجْرٍ) قَالَ: الْحَطَبُ وَالصَّيْدُ لِلْعَامِلِ وَكَذَا ضَرْبَةُ الْقَانِصِ قَالَ أُسْتَاذُنَا (وَهُوَ الْبَدِيْعُ أُسْتَاذُ الزَّاهِدِيْ) وَيَنْبَغِىْ أَنْ يُّحْفَظَ هٰذَا فَقَدِ

(۱) مباح چیزوں۔
(۲) خدمت طلب کرنا۔
(۳) جس نے اسے پہلے حاصل کیا اور اس پر پہلے قبضہ کیا۔

اُبْتَلٰی بِهِ الْعَامَّةُ وَالْخَاصَّةُ يَسْتَعِيْنُوْنَ بِالنَّاسِ فِي الْإِحْتِطَابِ وَالْإِحْتِشَاشِ وَ قَطْعِ الشَّوْكِ وَالْحَاجِ[1] وَإِتِّخَاذِ الْمُجْمَدَةِ فَيَثْبُتُ الْمِلْكُ لِلْأَعْوَانِ فِيْهَا وَلَا يَعْلَمُ اَلْكُلُّ بِهَا فَيُنْفِقُوْنَهَا قَبْلَ الْإِسْتِيْهَابِ بِطَرِيْقِهِ أَوِ الْإِذْنِ فَيَجِبُ عَلَيْهِمْ مِثْلُهَا أَوْ قِيْمَتُهَا وَهُمْ لَايَشْعُرُوْنَ لِجَهْلِهِمْ وَغَفْلَتِهِمْ أَعَاذَنَا اللهُ عَنِ الْجَهْلِ وَوَفَّقَنَا لِلْعِلْمِ وَالْعَمَلِ. (فتاوی ہندیہ/الباب السادس عشر/ج۴/ص۴۵۱) اھ.

نصیر (ابن یحیٰی نے) کہا: میں نے کہا (یعنی امام ابو سلیمان الجوزجانی سے) اگر کسی شخص نے لکڑیاں جمع کرنے یا شکار کرنے کے لیے دوسرے شخص کی مدد حاصل کی (یعنی بلا اجر) فرمایا: اس صورت میں لکڑیاں اور شکار اُسی کا ہے جس نے کیا ہو، اور اسی طرح شکاری کا ایک مرتبہ جال ڈال کر شکار نکالنا، ہمارے استاذ (یعنی بدیع استاذ الزاہدی) نے فرمایا اور اسے یاد کر لینا چاہیے کیوں کہ اس میں ہر عام وخاص مبتلا ہے، لوگ دوسروں سے لکڑیاں جمع کرانے، کانٹے اکٹھے کرانے اور گھاس جمع کرانے میں مدد لیتے ہیں، اسی طرح ایک قسم کا درخت منگواتے ہیں یا آسمانی برف جمع کراتے ہیں، تو جو لوگ عملاً یہ کام کرتے ہیں ان پر انہی لوگوں کی مِلک ثابت ہو جائے گی، لوگ یہ مسئلہ نہیں جانتے، وہ ان لوگوں سے نہ تو اجازت لیتے ہیں، اور نہ ہی بطور ہبہ لیتے ہیں اور اِن اشیا کو خرچ کر بیٹھتے ہیں، تو ان پر ان کا مثل واجب ہو گا یا قیمت لازم آئے

---

(۱) الحاج بإهمال أوله وإعجام اٰخره جمع حاجة وهى الشوك وقيل نبت من الحمص وقال ابن سيده: ضرب من الشوك وقيل: شجر وقال ابو حنيفة الدينورى: الحاج مماتدوم خضرته وتذهب عروقه فى الأرض بعيدا يتداوى بطبيخه وله ورق دقاق طوال كأنه مساوٍ للشوك فى الكثرة اه. من تاج العروس ۱۲ منه غفرله. (م)

الحاج، حاءِ مہملہ اور جیم کے ساتھ، جمع حاجہ کی ہے، کانٹوں کو کہتے ہیں، ایک قول کے مطابق چنا جیسا پودا ہے۔ ابن سیدہ کے مطابق کانٹوں کی ایک قسم ہے۔ ایک قول کے مطابق درخت ہے۔ اور ابو حنیفہ الدینوری نے فرمایا: یہ ایسا درخت ہے جو سدا بہار رہتا ہے اور اُس کی جڑیں زمین میں دور تک چلی جاتی ہیں اس کو ابال کر دوا کے کام میں لایا جاتا ہے، اس کے پتّے باریک اور لمبے ہوتے ہیں اور کانٹوں کی طرح زیادہ ہوتے ہیں۔ اھ۔ تاج العروس ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

گی، ان کو جہالت کی وجہ سے اس کا علم نہیں۔ اللہ ہمیں جہل سے محفوظ رکھے اور ہمیں علم وعمل کی توفیق دے (آمین) اھ (ت)

أَقُوْلُ: وَقَوْلُهُ: "لَايَعْلَمُ الْكُلُّ بِهَا" إِشَارَةٌ إِلىٰ الْجَوَابِ عَنْ سُؤَالٍ وَهُوَ إِنَّهُمْ إِذَا أَتَوْابِهِ إِلىٰ الْمُسْتَعِيْنِ وَأَعْطُوْهُ وَأَخَذَ كَانَ هِبَةً بِالتَّعَاطِي فَأَجَابَ: بِأَنَّهُ هٰذَا يَكُوْنُ لَوْعَلِمُوْا أَنَّ الْمِلْكَ قَدْ ثَبَتَ لِلْأَعْوَانِ فَيَكُوْنُ الْإِعْطَاءُ وَالْأَخْذُ إِيْجَابَ الْهِبَةِ وَقُبُوْلَهَا لٰكِنَّهُمْ جَمِيْعًا عَنْهُ غَافِلُوْنَ وَإِنَّمَا يَحْسَبُوْنَ الْمُعُوْنَةَ فِيْ كِفَايَةِ الْمُؤنَةِ كَمَنْ أَرْسَلَ أَحَدٌ إِلىٰ دَارِهِ لِيَحْمِلَ مِنْهَا كُرْسِيًّا مَثَلًا يَأْتِيْهِ بِهِ.

میں کہتا ہوں: اس کا قول: "لایعلم الکل بھا"[1] ایک سوال کے جواب کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ: جب کارندے اِن اشیا کو اُس شخص کے پاس لے آئیں جس نے ان کو جمع کرنے کا حکم دیا ہے تو وہ اس کو دے دیں اور یہ حاصل کر لے تو گویا ان کی طرف سے دینا شمار ہوگا اور اس کی طرف سے لینا ہوگا، اور یہ ہبہ کا ایجاب وقبول شمار ہوگا۔ تو اس کا جواب دیا کہ: یہ اس وقت ہے کہ جب انہیں علم ہو کہ اعوان کے لیے ملک ثابت ہے تو یہ دینا لینا ہبہ کا ایجاب وقبول ہوگا لیکن وہ سب کے سب اس سے غافل ہیں، اور وہ مدد کفایتِ مؤنت[2] میں سمجھتے ہیں مثلاً کسی شخص نے ایک آدمی کو گھر میں بھیجا کہ وہاں سے کُرسی اٹھا لائے۔ (ت)

أَقُوْلُ: هُوَ كَمَا قَالَ لٰكِنَّ الْإِذْنَ ثَابِتٌ لَاشَكَّ وَهُمْ إِنَّمَا يَنْوُوْنَ الْأَخْذَ لَهُ وَلَا يُؤَدُّوْنَهُ إِلَيْهِ إِلَّا لِيَتَصَرَّفَ فِيْهِ وَلَاغَصَبَ مِنْهُ حَتّٰى يَجِبَ الضَّمَانُ.

---

(۱) ہر شخص اسے نہیں جانتا۔

(۲) مؤنت: کہتے ہیں کہ کسی چیز کو اپنے ذمہ میں بغیر کسی دباؤ اور عوض کے برداشت کرنا جیسا کہ مصنف نے مثال پیش کی۔ ۱۲

میں کہتا ہوں: وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ انھوں نے فرمایا لیکن اِذن بلاشبہ ثابت ہے اور ان کی نیت یہی ہوتی ہے کہ وہ اُس شخص کے لیے لیں، اور اس کو دیتے بھی اس لیے ہیں کہ وہ اُس میں تصرف کرے، وہ غصب تو نہیں کر رہا ہے کہ ضمان[1] واجب ہو۔ (ت)

فَإِنْ قُلْتَ: لَا يَحْسَبُوْنَ أَنْفُسَهُمْ مِلَاكَهُ وَهُوَ يَأْخُذُهُ بِجَعْلِ نَفْسِهِ كَأَنَّهُ هُوَ الْمُسْتَوْلِىْ عَلَيْهِ بَدَءَ فَيَتَصَرَّفُ فِيْهِ عَلىٰ أَنَّهُ مِلْكُهُ فَلَمْ يَتَحَقَّقِ الْإِذْنُ لِأَنَّهُمْ لَايَدْرُوْنَ أَنَّهُ لَهُمْ وَبِجَعْلِهِمْ يَصِيْرُلَهٗ حَتّٰى يَأْذَنُوْا لَهُ فِى التَّصَرُّفِ وَإِنَّمَا يُظَنُّ وَيَظُنُّوْنَ أَنَّهُ الْمَالِكُ لَهٗ وَلَا عِبْرَةَ بِالظَّنِّ الْبَيِّنِ خَطَؤُهٗ كَمَنْ حَسِبَ أَنَّ الشَّيْئَ الْفُلَانِىّ مِنْ وَدَائِعِ زَيْدٍ عِنْدَ أَبِيْهِ فَأَدَّاهُ إِلىٰ وَارِثِيْهِ فَتَصَرَّفُوْا ثُمَّ تَبَيَّنَ أَنَّهُ لِأَبِيْهِ لَا لِزَيْدٍ فَإِنَّ لَهُ أَنْ يَّرْجِعَ عَلَيْهِمْ بِهٖ قَائِمًا أَوْبِضَمَانِهٖ هَالِكًا. فِيْ الْعُقُوْدِ الدُّرِّيَةِ مِنْ كِتَابِ الشِّرْكَةِ: مَنْ دَفَعَ شَيْئًا لَيْسَ بِوَاجِبٍ عَلَيْهِ فَلَهُ إِسْتِرْدَادُهُ إِلَّا إِذَا دَفَعَهُ عَلىٰ وَجْهِ الْهِبَةِ وَاسْتَهْلَكَهُ الْقَابِضُ كَمَا فِيْ شَرْحِ النَّظْمِ الْوَهْبَانِىْ وَغَيْرِهٖ مِنَ الْمُعْتَبَرَاتِ. اھ (عقود الدریۃ/کتاب الشرکۃ/ج۱/ص۹۱)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ: وہ لوگ اپنے آپ کو ان اشیا کا مالک نہیں سمجھتے ہیں، اور وہ شخص ان چیزوں پر اس طرح قابض ہوتا ہے گویا وہ ان چیزوں کا پہلا مالک ہے، اور اس طرح تصرف کرتا ہے گویا وہ اِن چیزوں کا مالک ہو تو ایسی صورت میں اذن متحقق نہ ہوگا کیوں کہ ان کو تو پتا ہی نہیں کہ یہ چیز ان کی ملکیت میں ہے اور اُس کی مِلک میں اُسی وقت ہوگی جب وہ اِذن دیں، اور اِس صورت میں اس کو گمان ہے کہ وہ مالک ہے اور ان کو بھی گمان ہے کہ وہی مالک ہے، اور جس گمان کا خطا ہونا ظاہر ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں، مثلاً کوئی شخص یہ گمان کر بیٹھے کہ فلاں چیز زید کی امانتوں میں سے اس کے باپ کے پاس ہے اور اس گمان پر وہ چیز زید کے وارثوں کو دے دیتا ہے اور وہ اس میں تصرف کر لیتے ہیں پھر بعد میں اس کو پتا چلتا ہے کہ وہ چیز تو اس کے باپ ہی کی ہے زید کی نہیں ہے، تو اگر وہ چیز موجود ہو تو وہ ان سے واپس لے سکتا

(۳) ڈنڈ، تاوان۔

ہے اور اگر ہلاک ہوگئی ہے تو اس کا ضمان لے سکتا ہے، "العقود الدریہ" کے کتاب الشرکۃ میں ہے کہ جس نے کوئی ایسی چیز دی جو اُس پر واجب نہ تھی تو وہ اس کو واپس لے سکتا ہے، ہاں اگر بطور ہبہ دی ہو اور اس کے قبضہ میں ہلاک ہوگئی ہو تو واپس نہیں لے سکتا ہے، یہی چیز شرح نظم وہبانی وغیرہ معتبر کتب میں ہے۔ اھ (ت)

وَفِيْهَا وَفِي الْخَيْرِيَّةِ مِنْ كِتَابِ الْوَقْفِ: قَدْ صَرَّحُوْا بِأَنَّ مَنْ ظَنَّ أَنَّ عَلَيْهِ دَيْنًا فَبَانَ خِلَافُهُ يَرْجِعُ بِمَا أَدّىٰ وَلَوْ كَانَ قَدِاسْتَهْلَكَهُ رَجَعَ بِبَدَلِهٖ. اهـ (فتاویٰ خیریہ/کتاب الوقف/ج۱/ص۱۳۰)

اور اس میں اور "الخیریہ" کے کتاب الوقف کے حوالہ سے ہے کہ اگر کسی شخص نے یہ گمان کیا کہ: اُس پر دین ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ غلط ہے، تو جو دیا ہے وہ واپس لے گا، اور اگر وہ ہلاک ہو گیا ہو تو اس کا بدل لے گا۔ اھ (ت)

اَقُوْلُ: هٰذَا فِيْمَا لَوْعَلِمَ أَنَّهٗ لَيْسَ لِلْمَدْفُوْعِ إِلَيْهِ لَمْ يَدْفَعْ إِلَيْهِ أَمَّاهٰهُنَا فَإِنَّمَا يَأْتُوْنَ بِهٖ لَهٗ وَلَوْعَلِمُوْا أَنَّ الْمِلْكَ يَقَعُ لَهُمْ لَمْ يَتَخَلَّفُوْا عَنْ إِعْطَائِهٖ لَهٗ فَرِضَاهُمْ بِتَصَرُّفِهٖ فِيْهِ ثَابِتٌ عَلىٰ كُلِّ تَقْدِيْرٍ وَلِهٰذَا لَمْ يَكْتَرِثْ بِهِ الْخَاصَّةُ فَضْلًا عَنِ الْعَامَّةِ كَمَا أَعْتَرَفَ بِهٖ فَلَاوَجْهَ لِنِسْبَتِهِمْ إِلَى الْجَهْلِ وَالْغَفْلَةِ وَإِقَامَةِ النَّكِيْرِ، هٰذَا مَا عِنْدِيْ وَالْعِلْمُ بِالْحَقِّ عِنْدَ اللَّطِيْفِ الْخَبِيْرِ.

میں کہتا ہوں: یہ اُس صورت میں ہے جب کہ اس کو یہ علم ہوا ہو کہ یہ مدفوع الیہ[1] کے لیے نہ تھا تو اُس کو نہ دے گا، اور یہاں تو وہ اُسی کے لیے لاتے ہیں اور اگر ان کو یہ علم ہو کہ مِلک ان کے لیے واقع ہوگی تو اس کے دینے سے تخلف[2] نہ کریں گے، تو اُن کا اُس کے تصرف پر راضی ہونا بہر تقدیر ثابت ہے اور اسی لیے خاص لوگ بھی اس کی پرواہ نہیں کرتے چہ جائے کہ عام لوگ، جیسا کہ خود انھوں نے اعتراف کیا، تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کو جہل،

(۱) جسے دیا گیا۔
(۲) پیچھے نہیں ہٹیں گے، پیچھے نہیں رہیں گے۔

غفلت کی طرف منسوب کیاجائے یاانھیں نکیر کی جائے ھذا ماعندی الخ(ت)

تنبیہ اوّل: یہ بلا معاوضہ تین صورتوں کو شامل ہے:

ایک یہ کہ: وہ اس کا اجیر[1] ہی نہ ہو۔

دوسرے یہ کہ: اس کا اجیر تو ہے مگر اس کام پر نہیں کسی اور خاص کام پر ہے تو یہ بلامعاوضہ ہی ہوا۔

تیسرے یہ کہ: مطلق کام خدمت پر نوکر ہے جس میں یہ کام بھی داخل مگر نوکری کے غیر وقت میں اُس سے اس کام کے لیے کہا مثلاً دن کا نوکر ہے اُس سے رات کو پانی بھروایا کہ یہ وقت بھی بلامعاوضہ ہے ولہٰذا ہم نے اِن صورتوں کو تشقیق[2] میں نہ لیا۔

صورت چہارم میں وہ مباح آقا کی مِلک ہو گا یعنی جب کہ اُس کی نوکری کے وقت میں یہ کام لیا ورنہ صورت سوم میں داخل ہے کما مر اس صورت میں مِلک آقا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نوکری کے وقت میں نوکر کے منافع اُس کے ہاتھ بکے ہوئے ہیں اور اُس کا اُس کے حکم سے قبضہ بعینہ اُس کا قبضہ ہے۔ ہدایہ میں ہے:

(اَلْأَجِيْرُ الْخَاصُّ الَّذِیْ يَسْتَحِقُّ الْأَجْرَةَ بِتَسْلِيْمِ نَفْسِهٖ فِی الْمُدَّةِ وَإِنْ لَمْ يَعْمَلْ كَمَنِ اسْتُؤْجِرَ شَهْرًا لِلْخِدْمَةِ أَوْ لِرَعْیِ الْغَنَمِ) وَإِنَّمَا سُمِّیَ أَجِيْرُ وَحْدٍ لِأَنَّهُ لَايُمَكِّنُهُ أَنْ يَعْمَلَ لِغَيْرِهٖ لِأَنَّ مَنَافِعَهُ فِی الْمُدَّةِ صَارَتْ مُسْتَحَقَّةً لَهُ وَالْأَجْرُ مُقَابِلٌ بِالْمَنَافِعِ وَلِهٰذَا يَبْقَى الآجِرُ مُسْتَحِقًّا وَإِنْ نَقَضَ الْعَمَلُ (لَاضَمَانَ عَلٰی مَاتَلَفَ مِنْ عَمَلِهٖ) لِأَنَّ الْمَنَافِعَ مَتٰی صَارَتْ مَمْلُوْكَةً لِلْمُسْتَأْجِرِ فَإِذَا أَمَرَهُ بِالتَّصَرُّفِ فِیْ مِلْكِهٖ صَحَّ وَيَصِيْرُ نَائِبًا مَنَابَهُ فَيَصِيْرُ فِعْلُهُ مَنْقُوْلًا إِلَيْهِ كَأَنَّهُ فَعَلَهُ بِنَفْسِهٖ فَلِهٰذَا لَايَضْمَنُهُ.(الہدایہ/باب ضمان الاجیر/ج۲/ص۳۰۸)

اجیر خاص وہ ہے جو ایک مدت کے لیے اپنے آپ کو سپرد کردینے سے اجرت کا مستحق ہوتا ہے خواہ کام نہ کرے (مثلاً کسی شخص کو ایک ماہ کے لیے خدمت یا بکریاں چرانے کے

(۱) ملازم، خادم، نوکر۔
(۲) شقیں بیان کرنے۔

لیے اجرت پر لیا) اس کو اجیر وحد[1] اس لیے کہتے ہیں کہ وہ دوسرے کا کام نہیں کرسکتا ہے کیوں کہ اس مدت میں اس کے منافع سب اس کے لیے مخصوص ہوگئے ہیں اور اجر، منافع کے مقابل ہوتا ہے اس لیے اجیر مستحق رہتا ہے اگرچہ کام ختم ہوجائے (اس کے عمل سے اگر کوئی چیز تلف ہوجائے تو اس پر ضمان نہیں ہے) کیوں کہ منافع جب مستاجر کی ملک ہوگئے تو اب جب اُس نے اپنی ملک میں تصرف کا حکم دیا تو صحیح ہوگیا، اور وہ اس کا قائم مقام ہوگا اور اس کا فعل اس کی طرف منقول ہوگا گویا یہ فعل اس نے خود کیا ہے، اس لیے وہ اس کا ضامن نہ ہوگا۔ (ت)

یوں ہی **صورت پنجم** میں اور اجیر، اجر مقرر کا مستحق ہوگا کہ یہ اجارہ صحیحہ ہے اور **صورتِ ششم** میں بھی وہ شے مباح ملکِ مستاجر ہوگی مگر اجیر، اجرِ مثل پائے گا جو مسمی سے زائد نہ ہو کہ یہ اجارۂ فاسدہ ہے۔

أَقُوْلُ: وَيَظْهَرُلِیْ أَنَّ الْوَجْهَ فِيْهِ وَاللهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ أَنَّ الْإِجَارَةَ إِمَّا عَلَى الْعَمَلِ أَعْنِي التَّصَرُّفَ فِيْ شَيْئٍ مِنَ النَّقْلِ وَالْحَمَلِ وَالْقَطْعِ وَالْقَلْعِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ وَهُوَ فِي الْاَجِيْرِ الْمُشْتَرَكِ وَالْمَقْصُوْدُ فِيْهِ حُصُوْلُ ذٰلِكَ التَّصَرُّفِ كَيْفَمَا كَانَ وَلِذَا لَمْ يَتَقَيَّدْ بِعَمَلِ الْاَجِيْرِ نَفْسَهُ وَإِمَّا عَلٰى مَنَافِعِ الْاَجِيْرِ وَهُوَ فِى الْاَجِيْرِ الْخَاصّ وَالْاِجَارَةُ فِي الْمُبَاحَاتِ لَانَعْقِلُ عَلَى الْوَجْهِ الْاَوَّلِ لِاَنَّهَا لَاتَخْتَصُّ بِالْمُسْتَاْجِرِ وَنِسْبَتُهَا إِلَى الْكُلِّ سَوَاءٌ فَكَيْفَ يَكُوْنُ حُصُوْلُ تَصَرُّفٍ فِيْهَا مُوْجِبًا لِلْاَجْرِ عَلَى الْمُسْتَأْجِرِ بَلْ اِنَّمَا الْاَجْرُ مُقَابِلٌ فِيْهَا بِمَنَافِعِ الْاَجِيْرِ حَيْثُ يُرِيْدُ الْمُسْتَأْجِرُ أَنْ يَسْتَعْمِلَهُ فِيْ حَاجَتِهِ فَلَا يَكُوْنُ اِلَّا اَجِيْرُ وَحْدٍ وَّلَا تُتَقَدَّرُ مَنَافِعُهُ اِلَّا بِتَعْيِيْنِ الْمُدَّةِ فَإِذَا لَمْ تُذْكَرْ بَقِيَ الْمَعْقُوْدُ عَلَيْهِ مَجْهُوْلًا فَفَسَدَتْ وَلِذَا لَوْكَانَ الشَّيْئُ مِلْكَ الْمُسْتَأْجِرِ كَأَنْ يَقُوْلَ إِقْطَعْ شَجَرَتِيْ هٰذِهِ بِدِرْهَمٍ جَازَ كَمَا يَأْتِيْ وَاللهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ.

(۱) کسی ایک خاص شخص کا ملازم، خادم، نوکر۔

میں کہتا ہوں: مجھے اس کی جو وجہ معلوم ہوتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم وہ یہ ہے کہ: اجارہ یا تو عمل پر ہوگا یعنی کسی چیز میں تصرف کرنا، نقل وحمل، کاٹنے یا اکھاڑنے کے طور پر اور اس کو اجیر مشترک کہتے ہیں، اور مقصود اس میں اس تصرف کا حاصل ہونا ہے خواہ کسی طرح ہو لہٰذا اس میں یہ قید نہیں کہ اجیر خود ہی عمل کرے اور یا اجارہ[1] اجیر کے منافع پر ہوگا یہ اجیر خاص میں ہوتا ہے، اور مباح چیزوں میں پہلی صورت میں اجارہ متصور نہیں، کیوں کہ وہ مستاجر کے ساتھ مخصوص نہیں، اور سب کی طرف اس کی نسبت یکساں ہے، تو اس میں تصرف کا حصول مستاجر پر اجر کو کیوں کر لازم کرے گا، بلکہ ان میں اجر اجیر کے منافع کے مقابل ہے کہ مستاجر چاہتا ہے کہ اس کو اپنی حاجت میں استعمال کرے، تو یہ اجیر وحد ہوگا، اور اس کے منافع کا اندازہ مدت کی تعیین وتحدید سے ہی ہوگا اور جب مدت کا ذکر نہیں کیا گیا تو معقود علیہ[2] مجہول رہے گا اور اجارۂ فاسد رہے گا، اور اسی لیے اگر کوئی چیز مستاجر کی ملک ہو، مثلاً مستاجر یہ کہے کہ: میرا یہ درخت ایک درہم میں کاٹ دو تو جائز ہے جیسا کہ آئے گا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

فتاویٰ عالم گیریہ میں قنیہ سے ہے:

قَالَ نَصِيْرٌ: سَأَلْتُ أَبَا سُلَيْمٰنَ عَمَّنْ اسْتَأْجَرَهُ لِيَحْتَطِبَ لَهُ إِلَى اللَّيْلِ قَالَ: إِنَّ سَمّٰى يَوْمًا جَازَ وَالْحَطَبُ لِلْمُسْتَأْجِرِ وَلَوْ قَالَ: هٰذَا الْحَطَبُ فَالْإِجَارَةُ فَاسِدَةٌ وَالْحَطَبُ لِلْمُسْتَأْجِرِ وَعَلَيْهِ أَجْرُ مِثْلِهٖ وَلَوْكَانَ الْحَطَبُ الَّذِيْ عَيَّنَهُ مِلْكَ الْمُسْتَأْجِرِ جَازَ.

(فتاویٰ عالم گیریہ/الباب السادس عشر/ج۴/ص۴۵۱)

نصیر نے فرمایا: میں نے ابوسلیمان سے پوچھا کہ: ایک شخص کسی مزدور سے معاہدہ کرے کہ وہ رات تک اس کے لیے لکڑیاں جمع کرے، تو فرمایا: کہ اگر ایک دن کا نام لیا تو جائز ہے اور لکڑیاں مستاجر کی ہوں گی، اور اگر اشارہ کرکے کہا: کہ یہ لکڑیاں تو اجارۂ فاسد ہے اور لکڑیاں

---

(۱) کسی کو اجرت و مزدوری پر کام کے لیے رکھنا یا کسی چیز کو اجرت و مزدوری پر لینا۔
(۲) جس پر عقدِ اجارہ ہو۔

مستاجر کی ہیں اور اس پر اجرِ مثل[1] ہے، اگر وہ لکڑیاں مستاجر کی مِلک ہیں تو جائز ہے۔ (ت)

أَقُوْلُ وَالْمُرَادُ أَجْرُ الْمِثْلِ بَالِغًامَا بَلَغَ إِنْ لَمْ يُسَمِّ مُعَيَّنًا وَإِلَّا فَالْأَقَلُّ مِنْهُ وَمِنَ الْمُسَمّٰى كَمَا هُوَ الْأَصْلُ الْمَعْرُوْفُ وَلِذَا عَوَّلْتُ عَلَيْهِ وَسَيَأْتِيْ التَّصْرِيْحُ بِهِ.

میں کہتا ہوں: مراد اجرِ مثل ہے خواہ جتنا بھی ہو اگر اس نے معین نہ کیا ہو ورنہ اجرِ مثل اور اجرِ معین سے جو کم ہو وہ دیا جائے گا، جیسا کہ "کلیہ معروف"[2] ہے، اس لیے میں نے اس پر اعتماد کیا اور اس کی تصریح بھی آجائے گی (ت)

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

(إِسْتَأْجَرَهُ لِيَصِيْدَلَهُ أَوْ يَحْتَطِبَ لَهُ فَإِنْ وَقَّتَ) لِذٰلِكَ وَقْتًا (جَازَ وَإِلَّالَا) فَلَوْلَمْ يُوَقِّتْ وَعَيَّنَ الْحَطَبَ فَسَدَ (إِلَّا إِذَاعَيَّنَ الْحَطَبَ وَهُوَ) أَيِ الْحَطْبُ (مِلْكُهٗ فَيَجُوْزُ) مُجْتَبٰى وَبِهِ يُفْتٰى صَيْرَفِيَّةُ.اھ. (الدر المختار/اجارۂ فاسدہ/ج۲/ص۱۸۰)

(اس کو اس لیے مزدوری پر لیا کہ وہ اس کے لیے شکار کرے یا لکڑیاں چنے تو اگر اس کا وقت مقرر کیا تو جائز ہے ورنہ نہیں) اور اگر وقت مقرر نہ کیا، اور لکڑیاں مقرر کردیں تو یہ عقد فاسد ہے (ہاں اگر لکڑیاں متعیّن کردیں اور وہ لکڑیاں اسی کی مِلک ہیں تو جائز ہے) مجتبیٰ اسی پر فتویٰ ہے "صیرفیة" ۔اھ۔

قَالَ الْعَلَّامَةَ ش قَوْلُهُ: وَإِلَّالَا أَيْ وَالْحَطَبُ لِلْعَامِلِ ط قَوْلُهُ: فَسَدَ قَالَ فِيْ الْهِنْدِيَةِ: وَلَوْ قَالَ: هٰذَا الْحَطَبُ إِلٰى اٰخِرِ مَانَقَلْنَا قَالَ قَوْلُهُ: وَبِهِ يُفْتِي صَيْرَ فِيَّةُ قَالَ فِيْهَا إِنْ ذَكَرَ الْيَوْمَ فَالْعَلَفُ لِلْاٰمِرِ وَإِلَّا فَلِلْمَامُوْرِ وَهٰذِهِ رِوَايَةُ الْحَاوِيْ وَبِهِ يُفْتٰى قَالَ فِيْ الْمَنْحِ: وَهٰذَا يُوَافِقُ مَاقَدَّمْنَاهُ عَنِ الْمُجْتَبٰى وَمِنْ ثَمَّ عَوَّلْنَا عَلَيْهِ فِي الْمُخْتَصَرِ.اھ.(ردالمحتار/اجارۂ فاسدہ/ج۵/ص۴۳)

---

(۱) اجرِ مثل: اس طرح کے کام کی جو مزدوری ہوتی ہے۔

(۲) کلیہ معروف: قاعدۂ مشہور۔

علامہ "ش" نے فرمایا: "اور اس کا قول و إلا لا یعنی لکڑیاں عامل کی ہوں گی "ط"
ان کا قول "فسد" ہندیہ میں ہے: ولو قال ھذا الحطب الی اٰخر جو ہم نے نقل کیا
ہے فرمایا ان کا قول: "و بہ یفتی صیرفیۃ" اس میں ہے کہ اگر مستاجر نے دن کا ذکر کیا تو
چارہ حکم دینے والے کے لیے ہوگا ورنہ اس کا ہوگا جس کو حکم دیا گیا، اور یہ حاوی کی روایت ہے
اور اس پر فتوی ہے۔ منح میں ہے: اور یہ اُس کے موافق ہے جو ہم مجتبٰی سے نقل کر آئے ہیں
اور اس لیے ہم نے اس پر مختصر میں اعتماد کیا اھ۔ (ت)

اَقُوْلُ: هٰهُنَا تَنْبِيْهَانِ الْأَوَّلُ: كَوْنُ الْحَطَبِ لِلْعَامِلِ إِذَا لَمْ يُوَقِّتْ عَلٰى مَافِيْ الصَّيْرَفِيَّةِ وَتَبِعَ إِطْلَاقَهَا الفَاضِلَانِ "ط" وَ "ش" مَحَلُّهُ مَا إِذَا لَمْ يُعَيِّنِ الْحَطَبَ أَيْضًا وَإِلَّا كَانَ لِلْاٰمِرِ كَمَا قَدَّمْنَا عَنِ الْهِنْدِيَّةِ عَنِ الْقِنْيَةِ عَنْ نَصِيْرٍ عَنْ أَبِيْ سُلَيْمٰنَ وَقَدْ نَقَلَاهُ أَيْضًا وَأَقَرَّاهُ وَفِيْ غَمْزِ الْعُيُوْنِ: إِسْتَأْجَرَهُ لِيَصِيْدَ لَهُ أَوْلِيَحْتَطِبَ جَازَ إِنْ وَقَّتَ بِأَنْ قَالَ هَذَا الْيَوْمَ أَوْ هٰذَا الشَّهْرَ وَيَجِبُ الْمُسَمّٰى لِأَنَّ هٰذَا أَجِيْرُ وَحْدٍ وَشَرْطُ صِحَّتِهِ بَيَانُ الْوَقْتِ وَقَدْ وُجِدَ وَإِنْ لَمْ يُوَقِّتْ وَلٰكِنْ عَيَّنَ الصَّيْدَ وَالْحَطَبَ فَالْإِجَارَةُ فَاسِدَةٌ لِجَهَالَةِ الْوَقْتِ فَيَجِبُ أَجْرُ الْمِثْلِ وَمَا حَصَلَ يَكُوْنُ لِلْمُسْتَأْجِرِ كَذَا فِيْ الْوَلْوَالِجِيَّةِ۔[1] اھ.

میں کہتا ہوں: یہاں دو تنبیہات ہیں:

پہلی تنبیہ: لکڑیوں کا عامل کے لیے ہونا جب کہ اس نے وقت کا تعین نہ کیا ہو، جیسا
کہ صیرفیہ میں ہے، اور دو فاضلوں یعنی "ط" اور "ش" نے اس کے اطلاق کی متابعت کی ہے
اس کا محل یہ ہے کہ جب لکڑیوں کا تعین بھی نہ کیا ہو ورنہ لکڑیاں آمر کی ہوں گی، جیسا کہ ہم

(۱) غمز العیون مع الأشباہ، کتاب الإجارۃ، ادارۃ القرآن، کراچی (۱۲ منہ)

نوٹ: علامہ شامی کا مختصر "ش" اور علامہ طحطاوی کا مختصر "ط" ہے، اس وضاحت کو ذہن نشین رکھیں۔
یہ حروف کتاب میں کئی جگہ آئیں گے، اور یہ بھی واضح رہے کہ موقع و محل کے اعتبار سے کہیں "ش" سے
علامہ شامی مراد ہوں گے، تو کہیں ان کی کتاب فتاویٰ شامی مراد ہوگی۔

نے ہندیہ اور قنیہ کے حوالہ سے نقل کیا، یہ روایت نصیر کی ابو سلیمان سے ہے، اور اُن دونوں نے اس کو نقل کیا اور برقرار رکھا، اور غمز العیون میں ہے: کسی شخص نے مزدور کو اُجرت پر لیا کہ اُس کے لیے شکار کرے یا لکڑیاں جمع کرے تو یہ جائز ہے بشرطے کہ اس نے اس وقت کا تعین کر دیا ہو مثلاً یہ کہا ہو کہ: اس دن یا اس ماہ میں، اور جو طے کیا ہو وہ واجب ہوگا کیوں کہ یہ اجیر محض ہے، اور اس کی صحت کی شرط وقت کا بیان ہے جو پائی گئی ہے اور اگر وقت کا تعین نہ کیا ہو لیکن شکار اور لکڑیوں کا تعین کیا ہو تو اجارۂ فاسدہ ہے کہ وقت کی جہالت ہے، تو اس صورت میں اجرِ مثل واجب ہوگا، اور جو حاصل ہوگا وہ مستاجر کو ملے گا کذا فی الولوالجیۃ ۔اھ

وَفِیْ خَزَانَةِ الْمُفْتِیْنِ: رَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِیْرًا لِیَخِیْطَ لَهٗ إِلَی اللَّیْلِ بِدِرْهَمٍ جَازَ وَكَذَا لِیَصْطَادَ لَهُ إِلَی اللَّیْلِ أَوْلِیَحْتَطِبَ جَازَ وَیَكُوْنُ الْحَطَبُ وَالصَّیْدُ لِلْمُسْتَأْجِرِ وَلَوْقَالَ لِیَصْطَادَ هٰذَا الصَّیْدَ أَوْلِیَحْتَطِبَ هٰذَا الْحَطَبَ فَهُوَ إِجَارَةٌ فَاسِدَةٌ وَالْحَطَبُ وَالصَّیْدُ لِلْمُسْتَأْجِرِ وَعَلَیْهِ لِلْأَجِیْرِ أَجْرُ الْمِثْلِ وَلَوِ اسْتَعَانَ مِنْ إِنْسَانٍ فِیْ الْإِحْتِطَابِ وَالْإِصْطِیَادِ فَإِنَّ الصَّیْدَ وَالْحَطَبَ یَكُوْنُ لِلْعَامِلِ.اھ

اور خزانۃ المفتین میں ہے کہ: کسی شخص نے ایک اجیر لیا کہ وہ رات تک اس کے لیے سلائی کرے اور ایک درہم لے، تو جائز ہے، یا رات تک شکار کرے یا لکڑیاں جمع کرے، اور یہ لکڑیاں اور شکار مستاجر کا ہوگا، اور اگر کہا کہ: یہ شکار کرے یا یہ لکڑیاں اکٹھی کرے، تو اجارہ فاسد ہے، اور لکڑیاں اور شکار مستاجر کا ہوگا اور اس کے ذمہ اجیر کے لیے اجرِ مثل ہوگا۔ اور اگر کسی انسان سے لکڑیاں اکٹھی کرنے یا شکار میں مدد طلب کی تو شکار اور لکڑیاں عمل کرنے والے کی ہوں گی۔ اھ

وَفِی الْهِنْدِیَّةِ عَنْ مُحِیْطِ السَّرَخْسِی عَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْمَنْ قَالَ لِغَیْرِهٖ أُقْتُلْ هٰذَا الذِّئْبَ أَوْ هٰذَا الْأَسَدَ وَلَكَ دِرْهَمٌ وَالذِّئْبُ وَالْأَسَدُ صَیْدٌ فَلَهٗ أَجْرُ مِثْلِهٖ لَا یُجَاوَزُ بِهٖ دِرْهَمًا وَالصَّیْدُ

لِلْمُسْتَأْجِرِ.اھ (الہندیۃ/الباب السادس عشر/ج۴/ص۴۵۱)

اور ہندیہ میں محیط السرخسی سے محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ: اگر کسی شخص نے کسی سے کہا کہ: یہ بھیڑیا ہلاک کردو یا یہ شیر، اور تم کو ایک درہم ملے گا۔ تو بھیڑیا اور شیر شکار شمار ہوگا اور اُس کا اجر مثل ملے گا جو ایک درہم سے زائد نہ ہوگا، اور شکار مستاجر کا ہوگا۔اھ

وَبِالْجُمْلَةِ النُّقُوْلُ فِيْهِ مُسْتَفِيْضَةٌ فَمَا كَانَ يَنْبَغِيْ إِطْلَاقُ كَوْنِ الْحَطَبِ لِلْعَامِلِ عِنْدَ عَدَمِ التَّوْقِيْتِ لِشُمُوْلِهِ صُوْرَةَ تَعْيِيْنِ الْحَطَبِ وَقَدْ ذَكَرَهَا الشَّارِحُ تَفْرِيْعًا عَلَيْهِ بَلْ أَشَارَ إِلَيْهَا الْمَاتِنُ أَيْضًا كَمَا تَرٰى وَالثَّانِي وَقَعَ فِي الْهِنْدِيَّةِ عَنِ الْقِنْيَةِ قَبْلَ مَانَقَلْنَاهُ مُتَّصِلاً بِهٖ مَانَصَّهُ: إِسْتَأْجَرَ لِيَقْطَعَ لَهُ الْيَوْمَ حَاجًا فَفَعَلَ لَاشَيْئَ عَلَيْهِ وَالْحَاجُ لِلْمَأْمُوْرِ قَالَ نَصِيْرٌ: سَأَلْتُ أَبَا سُلَيْمٰنَ.الخ. وَ كَتَبْتُ عَلَيْهِ مَانَصَّهُ.

خلاصہ یہ کہ: اس میں نقول مشہور ہیں تو وقت کی تعیین نہ ہونے کی صورت میں لکڑیوں کا مطلقًا عامل کے لیے قرار دینا درست نہیں، کیوں کہ یہ لکڑیوں کے متعیّن کرنے کی صورت کو بھی شامل ہے، اور اس کو شارح نے اس کی تفریع کے طور پر ذکر کیا ہے، بلکہ جیساکہ آپ دیکھتے ہیں ماتن نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

دوسری تنبیہ: ہندیہ نے قنیہ سے یہ بھی نقل کیا ہے: کسی نے کوئی مزدور اس کام کے لیے لیا کہ وہ آج اُس کے لیے گھاس کاٹے گا، اُس نے ایسا ہی کیا تو اس کے لیے کوئی اُجرت لازم نہیں، اور گھاس اُسی کی ہوجائے گی۔ نصیر نے کہا: میں نے ابوسلیمان سے دریافت کیا الخ۔(ت)

أَقُوْلُ: أَلنظرُ مَا وَجَّهَهُ فَإِنَّهُ أَجِيْرُ وَحْدٍ وَشَرْطُهُ بَيَانُ الْمُدَّةِ وَقَدْ وُجِدَ كَمَا فِي الْغَمْزِ وَ ش وَقَدْ قَالَ عَنْ أَبِيْ سُلَيْمٰنَ بَعْدَهُ إِنْ سَمّٰى يَوْمًا جَازَ وَذَكَرَ بَعْدَهُ بِأَسْطُرٍ عَنْ مُحِيْطِ السَّرْخَسِيْ: لَوِ اسْتَأْجَرَ لِيَصِيْدَ لَهُ أَوْ لِيَغْزُلَ لَهُ أَوْ لِلْخُصُوْمَةِ أَوْ تَقَاضِي الدَّيْنِ أَوْ قَبْضِ الدَّيْنِ لَا يَجُوْزُ فَإِنْ فَعَلَ يَجِبُ أَجْرُ الْمِثْلِ وَلَوْ ذَكَرَ مُدَّةً يَجُوْزُ فِيْ جَمِيْعِ ذٰلِكَ.اھ. (الهندیۃ/الباب السادس عشر/ج۴/ص۴۵۱)

میں کہتا ہوں: اس کی وجہ یہ ہے کہ: وہ محض اجیر ہے، اور اس کی شرط بیان مدت ہے جو پائی گئی کما فی الغمز و "ش" اور اس کے بعد ابو سلیمان سے کہا کہ: اگر ایک دن کا کہا تو جائز ہے اور چند سطروں بعد محیط سرخسی سے نقل کیا کہ: اگر کسی کو اجرت پر لیا تاکہ اس کے لیے شکار کرے یا سُوت کاتے یا اُس کی وکالت کرے یا قرض طلب کرے یا قرض وصول کرے تو جائز نہیں، تو اگر ایسا کیا تو اجرِ مثل واجب ہوگا اور اگر مدت کا ذکر کیا تو ان تمام صورتوں میں جائز ہے اھ۔

وَيَظْهَرُ لِيْ فِيْ تَأْوِيْلِهِ: أَن لَيْسَ الْمُرَادُ بِالْيَوْمِ الْوَقْتَ الْمَعْلُوْمَ الْمُمْتَدَّ إِلٰى غُرُوْبِ الشَّمْسِ بَلْ هُوَ فِيْهِ بِمَعْنَى الظَّرْفِيَّةِ أَيْ يَقَعُ الْقَطْعُ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ فَهُوَ لِلْإِسْتِعْجَالِ مِثْلَ خِطْهُ لِي الْيَوْمَ بِدِرْهَمٍ. فِي الْهِدَايَةِ: مَنِ اسْتَأْجَرَ رَجُلًا لِيَخْبَزَ لَهُ هٰذِهِ الْعَشَرَةَ الْمَخَاتِيْمَ مِنَ الدَّقِيْقِ الْيَوْمَ بِدِرْهَمٍ فَهُوَ فَاسِدٌ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَقَالَ أَبُوْ يُوْسُفُ وَمُحَمَّدٌ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ: جَازَ لِأَنَّهُ يَجْعَلُ الْمَعْقُوْدَ عَلَيْهِ عَمَلًا. وَذِكْرُ الْوَقْتِ لِلْإِسْتِعْجَالِ تَصْحِيْحًا لِلْعَقْدِ. وَلَهُ أَنَّ الْمَعْقُوْدَ عَلَيْهِ مَجْهُوْلٌ لِأَنَّ ذِكْرَ الْوَقْتِ يُوْجِبُ كَوْنَ الْمَنْفَعَةِ مَعْقُوْدًا عَلَيْهَا وَذِكْرَ الْعَمَلِ يُوْجِبُ كَوْنَهُ مَعْقُوْدًا عَلَيْهِ لَا تَرْجِيْحَ وَنَفْعُ الْمُسْتَأْجِرِ فِي الثَّانِيْ وَنَفْعُ الْأَجِيْرِ فِي الْأَوَّلِ فَيُفْضِيْ إِلَى الْمُنَازَعَةِ. وَعَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ: أَنَّهُ يُصِحُّ الْإِجَارَةَ إِذَا قَالَ فِي الْيَوْمِ وَقَدْ سَمّٰى عَمَلًا لِأَنَّهُ لِلظَّرْفِ فَكَانَ أَلْمَعْقُوْدُ عَلَيْهِ الْعَمَلَ بِخِلَافِ قَوْلِهِ: "اَلْيَوْمَ" وَقَدْ مَرَّ مَثَلُهُ فِي الطَّلَاقِ.اھ (الھدایہ/اجارۂ فاسدہ/ج۳/ص۳۰۴)

اور اس کی تاویل مجھے یہ معلوم ہوتی ہے کہ: یوم سے مراد دن کا وہ معین وقت نہیں ہے جو غروبِ آفتاب تک دراز ہو، بلکہ اس میں ظرفیت [1] کے معنی ہیں یعنی گھاس کا کاٹنا اس دن میں واقع ہو، تو یہ جلدی کے اظہار کے لیے ہے، جیسے یہ کہا کہ: آج ہی یہ چیز مجھے سی کر دو، ایک روپے میں، ہدایہ میں ہے: جس نے کسی شخص کو اُجرت پر لیا تاکہ آج ایک درہم میں

(۱) یہاں ظرفیت سے وقتِ مراد ہے۔

یہ دس بوری آٹا پکادے تو یہ اجارہ ابو حنیفہ کے نزدیک فاسد ہے، اور صاحبین نے فرمایا جائز ہے، صاحبین معقود علیہ [1] عمل کو قرار دیتے ہیں اور ذکرِ وقت کو عجلت کے لیے قرار دیتے ہیں تاکہ عقد صحیح ہو، امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ: معقود علیہ مجہول ہے کیوں کہ: وقت کا ذکر منفعت کو معقود علیہا بناتا ہے، اور عمل کا ذکر اس کو معقود علیہ کرتا ہے، اور کسی کو کسی پر ترجیح نہیں ہے، مستاجر کا نفع دوسرے میں ہے اور اجیر کا پہلے میں ہے، تو اس میں جھگڑا پیدا ہوگا، اور ابو حنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ: یہ اجارہ اس وقت صحیح ہوگا جب کہ "دن میں" کہا اور کسی عمل کا نام لیا، کیوں کہ یہ ظرف [2] ہے تو معقود علیہ عمل ہوا بخلاف اس کے قول "الیوم" کے اور اسی کی مثل طلاق کے باب میں گزرا۔ اھ

أَوِ الْأَمْرُ: أَنَّ الْقِنْيَةَ ذَكَرَتْ هٰذَا بِرُمْزِ ثُمَّ رَمَزَتْ لِاٰخَرَ وَذَكَرَتْ مَاعَنْ نَصِيْرٍ فِيَكُوْنُ هٰذَا قَوْلَ بَعْضٍ عَلٰى خِلَافِ مَاعَلَيْهِ النَّاسُ وَعَلٰى خِلَافِ مَاعَلَيْهِ الْفَتْوٰى كَمَا فِي الصَّيْرَفِيَّةِ وَمِنْ عَادَةِ الْهِنْدِيَّةِ: نَقْلُ عِبَارَةِ الْقِنْيَةِ بِحَذْفِ الرُّمُوْزِ فَتَصِيْرُ الْأَقْوَالُ كَقَوْلٍ وَاحِدٍ كَمَا نَبَّهْتُ عَلَيْهِ فِيْ بَعْضِ الْمَوَاضِعِ مِنْ هَوَ امِشِهَا. واللّٰه تعالٰی أعلم.

یا معاملہ اس طرح ہے کہ: قنیہ نے اس کو "ثم" کے رمز سے ذکر کر کے دوسرے کی طرف اشارہ کیا، اور جو کچھ نصیر سے مروی ہے وہ نقل کیا، یہ بعض کا قول ہے اور بعض کے خلاف ہے، اور فتویٰ بھی اس کے خلاف پر ہے کما فی الصیرفیۃ اور ہندیہ کی عادت ہے کہ: وہ قنیہ کی عبارت رموز کے بغیر ہی نقل کر دیتے ہیں، تو چند اقوال ایک ہی قول کے مانند ہو جاتے ہیں، اس پر میں نے اس کے بعض حواشی پر تنبیہ کی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

صورت ہفتم: خود ظاہر ہے کہ اُس کے اقرار سے ملک مستاجر ہے۔

---

(۱) معقود علیہ: جس پر عقد ہوا ہے۔

(۲) یہاں ظرف سے وقت اور زمانہ مراد ہے۔

أَقُوْلُ: وَذٰلِكَ لِأَنَّ الْأَجِيْرَ عَامِلٌ لِغَيْرِهِ وَقَدِ اعْتَرَفَ أَنَّهُ عَمِلَ عَلٰى وَجْهِ الْإِجَارَةِ وَاخَذَهٗ لِمَنِ اسْتَأْجَرَهٗ.

میں کہتا ہوں: اس کی وجہ یہ ہے کہ: اجیر دوسرے کا عامل ہوتا ہے اور اس نے یہ اعتراف کیا ہے وہ بطور اجیر کام کررہا ہے اور وہ چیز مستاجر کے لیے لے رہا ہے۔ (ت)

یوں ہی **صورتِ ہشتم** (آٹھویں) میں کہ ظرفِ[1] مستاجر میں احراز دلیل ہے کہ مستاجر کے لیے ہے، جامع الصغار میں ہے:

اَلْأَجِيْرُ إِذَا حَمَلَ الْمَاءَ بِكُوْزِ الْمُسْتَأْجِرِ يَكُوْنُ مُحْرِزًا لِلْمُسْتَأْجِرِ.

(جامع الصغار مع جامع الفصولین/مسائل الکراہیۃ/ج۱/ص۱۴۸)

اجیر جب مستاجر[2] کے کُوزے میں پانی لائے تو وہ مستاجر کا ہوگا۔ (ت)

رہی **صورت نہم** ظاہر ہے کہ اس میں مِلک اجیر ہے۔

اقول: اور اس پر تقریر دلیل یوں کہ یہ اجیر نہ بیان مدّت کے ساتھ اپنے منافع بیچ چکا ہے کہ اس وقت میں اُس کا کام خواہی نخواہی آمِر کے لیے ہو نہ شیئ کی تعیین ہوئی کہ بوجہِ قبول اُس کا پابند ہو تو وہ اپنی آزادی پر ہے کیا ضرور ہے کہ اس وقت جو اُس نے لیا بر بنائے اجارہ بغرض مستاجر لیا ہو نہ وہ مُقِر[3] ہے نہ ہشتم (آٹھویں) کی طرح کوئی دلیل ظاہر ہے لہٰذا ملک اجیر ہی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

أَقُوْلُ: وَيَتَرَا أَىْ لِىْ أَنَّ مَثَلَ الْإِسْتِيْلَاءِ، عِنْدَ الْفُقَهَاءِ، كَمَثَلِ الشِّرَاءِ، مَهْمَا وُجِدَ نِفَاذًا نَفَذَ فَإِذَا وَكَّلَهٗ بِشِرَاءِ عَبْدٍ، وَالْمُؤَكِّلُ لَمْ يُعَيِّنِ الْعَبْدَ، وَلَا الْوَكِيْلُ أَضَافَ إِلَيْهِ الْعَقْدَ، وَلَا وَقَعَ مِنْ مَالِهِ النَّقْدُ، وَلَا أَقَرَّ أَنَّهٗ شَرَاهُ لَهٗ، فَإِنَّهٗ يَكُوْنُ لِلشَّارِىْ لَا لِمَنْ وَكَّلَهٗ،

(۱) یہاں ظرف سے برتن مراد ہے۔ ظرفِ مستاجر کا معنٰی ہے: جس کا کام کررہا ہے اس کے برتن میں حاصل کرنا، محفوظ کرنا۔

(۲) مستاجر: جس نے کسی کو ملازم، خادم و نوکر رکھا۔

(۳) مُقِر: اقرار کرنے والا۔

وَالْمَسْأَلَةُ فِی الْهِدَایَةِ وَالدُّرِ، وَعَامَّةِ الْأَسْفَارِ الْغُرِّ، فَالتَّوْقِیْتُ هٰهُنَا کَالْإِضَافَةِ ثَمَّهٗ لِانْتِقَالِ فِعْلِهٖ إِلَی الْاٰمِرِ کَمَا مَرَّ وَالْإِحْرَازُ بِظَرْفِهٖ کَالنَّقْدِ مِنْ مَالِهٖ وَالْإِقْرَارُ الْإِقْرَارُ وَالتَّعْیِیْنُ التَّعْیِیْنُ وَاللّٰهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰی أَعْلَمُ.

اور مجھ پر یہ ظاہر ہوا ہے کہ: استیلا کی مثال فقہا کے نزدیک شرا کی سی ہے جب نفاذ پایا جائے گا اس کو نافذ کر دیا جائے گا۔ اب کسی نے کسی شخص کو غلام خریدنے کے لیے کہا اور موکل نے غلام کی تعیین نہ کی اور نہ وکیل نے عقد کو اس کی طرف مضاف کیا اور نہ اس کے مال سے ادائیگی کی اور نہ یہ کہا کہ: اُس نے اس کے لیے خریدا ہے، تو یہ غلام خریدنے والے کا ہوگا نہ کہ حکم دینے والے کا، یہ مسئلہ ہدایہ، دُرّ اور عام کتب میں مذکور ہے، تو یہاں توقیت کی حیثیت وہاں اضافت کی طرح ہے کیوں کہ اس کا فعل آمر کی طرف منتقل ہوتا ہے، اور اُس کے ظرف کا حاصل کر لینا اس کے مال سے ادائیگی کی طرح ہے اور یہ اقرار اس اقرار کی طرح اور یہ تعیین اس تعیین کی طرح ہے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (ت)

بالجملہ یہ نو صورتیں ہیں جن میں سے چار میں وہ شے مباح لینے والے کی مِلک ہے اور پانچ میں دوسرے کی۔ یہ جب کہ لینے والا حُر (آزاد) ہو ورنہ مملوک کسی شے کا مالک نہیں ہوتا اس کا جو کچھ ہے اس کے مولیٰ (آقا) کا ہے. هذا ماظهر لی نظرًا فی کلماتهم وأرجو أن یکون صوابا إن شاء الله تعالٰی (یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا ان کے کلمات کو دیکھتے ہوئے اور مجھے امید ہے کہ یہی صحیح ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ت)

تنقیح دوم: یہ اصول مطلق استیلائے مباح میں ہُوئے یہاں[1] کہ گفتگو نابالغ میں ہے یہ بھی دیکھنا ضرور کہ اُس کے والدین اگر اُس سے کوئی شے مباح مثلاً کُنویں سے پانی یا جنگل سے پتّے منگائیں تو اُس نسبتِ بنوت[2] کے سبب احکامِ مذکورۂ استیلا میں کوئی

(۱) لیکن یہاں پر گفتگو۔
(۲) نسبتِ بنوت: بیٹا ہونے کے رشتہ وتعلق۔

تفاوت آئے گا یا نہیں، اگر آئے گا تو کیا؟ اس میں علما کے تین قول ہیں:

اوّل: کہ زیادہ مشہور ہے یہ کہ: والدین کو بھی مباحات میں استخدام[1] کا اختیار نہیں۔ صبی اگرچہ ان کے حکم سے اُنہیں کے لیے اُنہیں کے ظرف میں لے خود ہی مالک ہوگا اور والدین کو اُس میں تصرف حرام مگر بحالتِ محتاجی۔

اقول: یعنی بہ حالت فقر بلا قیمت اور بحالتِ احتیاج حاضر مثلاً سفر میں ہوں اور مال گھر میں بہ وعدۂ قیمت تصرف کرسکتے ہیں ذخیرہ ومنیہ پھر معراج الدرایہ پھر حموی کنز پھر طحطاوی پھر شامی میں ہے:

لَوْأَمَرَ صَبِيًّا أَبُوْهُ أَوأُمُّهُ بِإِتْيَانِ الْمَاءِ مِنَ الْوَادِيْ أَوِ الْحَوْضِ فِيْ كُوْزٍ فَجَاءَ بِهٖ لايَحِلُّ لِأَبَوَيْهِ أَنْ يَشْرَبَا مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ إِذَا لَمْ يَكُوْنَا فَقِيْرَيْنِ لِأَنَّ الْمَاءَ صَارَ مِلْكَهُ وَلَايَحِلُّ لَهُمَا الْأَكْلُ أَيْ وَالشَّرْبُ مِنْ مَالِهٖ بِغَيْرِ حَاجَةٍ. (ردالمحتار/فصل فی الشرب/ج۵/ص۳۱۴)

اگر کسی بچّہ کو اپنے باپ یا ماں نے وادی[2] یا حوض سے لوٹے میں پانی لانے کو کہا پھر وہ پانی لے آئے تو اس کے ماں باپ کے لیے اس پانی کو پینا جائز نہیں بشرطے کہ وہ فقیر نہ ہوں، کیوں کہ پانی اُس بچّہ کی مِلک ہوگیا اور اُن دونوں کے لیے اس کے مال سے بلاحاجت کھانا پینا جائز نہیں۔ (ت)

جامع احکام الصغار پھر حموی اشباہ اور تاتار خانیہ پھر ردالمحتار میں ہے:

إِذَا احْتَاجَ الْأَبُ إِلٰى مَالِ وَلَدِهٖ فَإِنْ كَانَا فِى الْمِصْرِ وَاحْتَاجَ لِفَقْرِهٖ أَكَلَ بِغَيْرِ شَيْئٍ وَإِنْ كَانَ فِى الْمَفَازَةِ وَاحْتَاجَ إِلَيْهِ لِانْعِدَامِ الطَّعَامِ مَعَهُ فَلَهُ الْأَكْلُ بِالْقِيْمَةِ. (ردالمحتار/ج۴/ص۵۳۷)

جب باپ کو بچّہ کے مال کی حاجت ہو اور وہ شہر میں ہو اور فقر (محتاجی) کی وجہ سے

---

(۱) استخدام: خدمت لینے۔

(۲) وادی: نالے یا دریا کی سیلابی گزر گاہ۔

بچہ کا مال کھانے کا محتاج ہو تو کھالے اور اس پر کوئی شے نہیں، اور اگر یہ صورتِ حال جنگل میں پیش آئے اور باپ کے پاس کھانا موجود نہ ہو اور اس کو کھانے کی ضرورت ہو تو وہ قیمت کے ساتھ کھا سکتا ہے۔(ت)

جامع الفصولین فوائد امام ظہیر الدین سے ہے:

لَوْكَانَ الْأَبُ فِيْ فَلَاةٍ وَلَهُ مَالٌ فَأَحْتَاجَ إِلٰى طَعَامِ وَلَدِهٖ أَكَلَهٗ بِقِيْمَتِهٖ لِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلْأَبُ أَحَقُّ بِمَالِ وَلَدِهٖ إِذَا احْتَاجَ إِلَيْهِ بِالْمَعْرُوْفِ" وَالْمَعْرُوْفُ: أَنْ يَّتَنَاوَلَهٗ بِغَيْرِ شَيْئٍ لَوْ فَقِيْرًا وَإِلَّا فَبِقِيْمَتِهٖ. (جامع الفصولین/الفصل السابع والعشرون/ج۲/ص۱۹)

اگر باپ جنگل میں ہو اور اس کے پاس مال ہو اور پھر اس کو اپنے بیٹے کا مال کھانے کی ضرورت لاحق ہو تو وہ اس کی قیمت دے کر کھا سکتا ہے اس لیے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: "باپ کو اپنے بیٹے کے مال کا معروف طریقہ کے مطابق زیادہ حق ہے" اور معروف طریقہ یہی ہے کہ: بلاقیمت استعمال کرے اگر فقیر ہو، ورنہ قیمت کے ساتھ استعمال کرے۔(ت)

مگر اس اجازت سے احکامِ مذکورۂ استیلا میں کوئی تغیر نہ ہوئی کہ مِلک نابالغ ہی کی قرار پائی۔ ماں باپ کو قیمتًا یا مفت اُس میں تصرف کی اجازت صرف اسی مالِ استیلا سے خاص نہیں صبی کی ہر مِلک میں ہے۔

دوم: فقیر والدین کی طرح غنی ماں باپ کو بھی بچہ سے ایسی خدمت لینے کا حق ہے اور وہ پانی روا کہ عرف ورواج مطلق ہے یہ امام محمد سے ایک روایت ہے ذخیرہ اور اس کے ساتھ کی کتابوں میں بعد عبارت مذکورہ ہے:

وَعَنْ مُحَمَّدٍ يَحِلُّ لَهُمَا وَلَوْ غَنِيَّيْنِ لِلْمَعْرُوْفِ وَالْعَادَةِ.

(ردالمحتار/فصل فی الشرب/ج۵/ص۳۱۲)

امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ: ان دونوں کے لیے حلال ہے اگرچہ دونوں غنی ہوں کیوں کہ عرف اور عادت کا اعتبار ہے۔(ت)

اقول: اس تقدیر پر ظاہر یہ ہوتا ہے کہ جو مباح صبی نے فرمائشِ والدین سے لیا اس کے مالک والدین ہی ٹھہریں ورنہ بحالِ غنا[1] ان کو تصرف ناروا ہوتا۔

قال تعالیٰ: وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ (القرآن ٤/٦)

(اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جسے حاجت نہ ہو وہ بچتا رہے۔ ت)

تو یہ روایت صُوَر نہ گانۂ استیلاء[2] سے صورت سوم کے حکم میں والدین کا استثنا کرتی مگر امام محمد ہی سے ایسی ہی نادر روایت آئی ہے کہ اگر بچہ کھانے پینے کی چیز اپنے ماں باپ کو ہدیۃً دے تو وہ والدین کے لیے مباح ہے تو یہ روایت بھی احکامِ مذکورہ پر کچھ اثر نہ ڈالے گی کہ مالک صبی ہی ٹھہرا۔

جامع احکام الصغار میں ہے:

فِيْ هِبَةِ فَتَاوٰى الْقَاضِي ظَهِيْرِ الدِّيْنِ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى: إِذَا أَهْدَى الصَّغِيْرُ شَيْئًا مِنَ الْمَأْكُوْلَاتِ رُوِيَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى أَنَّهُ يُبَاحُ لِوَالِدَيْهِ وَشَبَّهَ ذٰلِكَ بِضِيَافَةِ الْمَأْذُوْنِ وَ أَكْثَرُ مَشَايِخِ بُخَارٰى أَنَّهُ لَا يُبَاحُ. (جامع احکام الصغار مع الفصولین/ص:۱۴۶)

قاضی ظہیر الدین کے فتاوی کی ہبہ کی بحث میں ہے کہ: جب بچّہ کھانے کی کوئی چیز بطور ہدیہ دے تو امام محمد سے مروی ہے کہ اس کے والدین کو اس میں سے کھانا جائز ہے، اور انھوں نے اس کو ماذون[3] کی ضیافت کے مشابہ قرار دیا اور بخارا کے اکثر مشائخ کہتے ہیں: یہ مباح نہیں۔ (ت)

اسی طرح شامی میں تاتارخانیہ وذخیرہ سے ہے اس روایت کی تحقیق بعونہ تعالیٰ عنقریب آتی ہے اور یہ کہ وہ اس مقام سے بے علاقہ ہے مگر اقرب یہی ہے کہ: یہ روایت والدین کے لیے اباحتِ تصرف (ثابت) کرتی ہے نہ کہ اثباتِ ملک تو ضابطہ بحال ہے۔

سوم: اگر ماں باپ کے برتن میں لیا تو وہ مالک ہوں گے ورنہ صبی جیسے اجیر۔

---

(۱) غنا: مال داری و توانگری۔

(۲) استیلاء کی نو قسم کی صورتوں۔

(۳) ماذون: جسے خرید و فروخت کی اجازت ہو۔

اقول: یعنی جس کا نہ وقت معین کیا نہ کسی معین شے کے لیے اجیر نہ اُس نے مستاجر کے لیے اقرار کہ ان حالتوں میں ظرف پر لحاظ نہیں، "جامع الصغار" میں ہے:

فِیْ بُیُوْعِ فَوَائِدِ صَاحِبِ الْمُحِیْطِ: اَلْأَبُ أَوِ الْأُمُّ إِذَا أَمَرَ وَلَدَهُ الصَّغِیْرَ لِیَنْقُلَ الْمَاءَ مِنَ الْحَوْضِ إِلٰی مَنْزِلِ أَبِیْهِ وَدَفَعَ إِلَیْهِ الْکُوْزَ فَنَقَلَ قَالَ بَعْضُهُمْ: اَلْمَاءُ الَّذِیْ فِی الْکُوْزِ یَصِیْرُ مِلْکًا لِلصَّبِیِّ حَتّٰی لَایَحِلَّ لِلْأَبِ شُرْبُهُ إِلَّا عِنْدَ الْحَاجَةِ لِأَنَّ الْإِسْتِخْدَامَ فِی الْأَعْیَانِ الْمُبَاحَةِ بَاطِلٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ:إِنْ کَانَ الْکُوْزُ مِلْکًا لِلْأَبِ یَصِیْرُ مِلْکًا لِلْأَبِ وَ یَصِیْرُ الْإِبْنُ مُحْرِزَ الْمَاءِ لِأَبِیْهِ کَالْأَجِیْرِ إِذَا حَمَلَ الْمَاءَ بِکُوْزِ الْمُسْتَأْجِرِ یَکُوْنُ مُحْرِزًا لِلْمُسْتَأْجِرِ کَذَا هٰذَا (جامع احکام الصغار مع الفصولین/ج۱/ص۱۴۷)

صاحبِ محیط کی فوائد کے باب البیوع میں ہے کہ: ماں باپ نے چھوٹے بچے کو حوض سے اپنے گھر پانی لانے کو کہا اور اس کو لوٹا بھی دیا چنانچہ وہ پانی لے آیا، تو ایسی صورت میں بعض علما کے نزدیک: لوٹے کا پانی بچّہ کی مِلک ہے یہاں تک کہ باپ بلا ضرورت اس میں سے پی بھی نہیں سکتا کیوں کہ مباح اشیا کے حصول کے لیے اس سے خدمت لینا باطل ہے، اور بعض نے کہا کہ: اگر لوٹا باپ کی ملک ہے تو پانی بھی باپ کی ملک ہو گا اور بیٹا مزدور کی طرح پانی کو اپنے باپ کے لیے جمع کرنے والا قرار پائے گا کیوں کہ اجیر اگر مستاجر کے لوٹے میں پانی لائے تو وہ پانی مستاجر ہی کا ہو گا، یہی حال اس کا ہے۔ (ت)

اول کو دو سید علامہ طحطاوی و شامی نے نقل کر کے فرمایا "اس میں حرج عظیم ہے اور واقعی حرج ہے اور حرج نص قرآنی سے مدفوع ہے۔"

وَحَاوَلَ ش أَنْ یُوَهِّنَهُ بِالدَّلِیْلِ فَنَازَعَهُ بِأَنَّ لِلْأَبِ أَنْ یَسْتَخْدِمَ وَلَدَهُ قَالَ فِی جَامِعِ الْفُصُوْلَیْنِ: وَلِلْأَبِ أَنْ یُعِیْرَ وَلَدَهُ الصَّغِیْرَ لِیَخْدِمَ أُسْتَاذَهُ لِتَعْلِیْمِ الْحِرْفَةِ وَلِلْأَبِ أَوِ الْجَدِّ أَوِالْوَصِی إِسْتِعْمَالُهُ بِلَاعِوَضٍ بِطَرِیْقِ التَّهْذِیْبِ وَالرِّیَاضَةِ.اهـ (ردالمحتار/فصل فی الشرب/ج۵/ص۳۱۲)

اور "ش" نے اس کو دلیل کے ذریعہ کمزور دکھانے کی کوشش کی اور فرمایا کہ: باپ کو تو

ویسے بھی حق ہے کہ بلامعاوضہ بیٹے سے کام لے۔ جامع الفصولین میں فرمایا کہ: باپ اپنے چھوٹے بیٹے کو استاد کی خدمت کے لیے متعیّن کرسکتا ہے تاکہ استاد اس کو صنعت وحرفت سکھائے، اور باپ، دادا اور وصی بچّے سے کام لے سکتے ہیں تاکہ اس کو ادب وتہذیب سکھائیں اور اس کو کام کرنے کی عادت ہو اھ۔

قَالَ: إِلَّا أَنْ يُقَالَ لَايَلْزَمُ مِنْ ذٰلِكَ عَدَمُ مِلْكِهٖ لِذٰلِكَ الْمَاءِ الْمُبَاحِ وَإِنْ اَمَرَهُ بِهٖ أَبُوْهُ وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.اھ(ردالمحتار/فصل فی الشرب/ج۵/ص۳۱۲)

فرمایا: مگر اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ پانی کا مالک نہیں ہوگا، خواہ اس نے اپنے باپ کے حکم سے پانی لیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔(ت)

أَقُوْلُ: اَلْجَوَابُ صَحِيْحٌ نَظِيْفٌ مَاكَانَ يَسْتَاهِلُ التَّزْيِيْفُ بَلْ كَانَ وَاضِحًا مِنْ قَبْلُ فَلَمْ يَكُنْ لِلسُّؤَالِ مَحَلٌّ بَلِ السُّؤَالُ سَاقِطٌ مِنْ رَّأْسِهٖ فَهُمْ لَايُنْكِرُوْنَ جَوَازَ الْإِسْتِخْدَامِ لِلْأَبِ لٰكِنْ ذٰلِكَ حَيْثُ يَصِحُّ وَيَتَحَقَّقُ فَإِنَّ الشَّيْئَ إِنَّمَا يَجُوْزُ بَعْدَ مَايَصِحُّ وَالْبَاطِلُ لَاوُجُوْدَ لَهٗ وَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّهٗ فِى الْأَعْيَانِ الْمُبَاحَةِ بَاطِلٌ وَبِهٖ انْكَشَفَ إِيْهَامَانِ وَقَعَا فِى كَلَامِهٖ فِىْ كِتَابِ الشِّرْكَةِ حَيْثُ كَانَ فِى التَّنْوِيْرِ وَالدُّرِّ: لَاتَصِحُّ شِرْكَةٌ فِى احْتِطَابٍ وَاحْتِشَاشٍ وَاصْطِيَادٍ وَاسْتِقَاءٍ وَسَائِرِ مُبَاحَاتٍ لِتُضَمُّنِهَا الْوَكَالَةَ وَالتَّوْكِيْلُ فِىْ أَخْذِ الْمُبَاحِ لَا يَصِحُّ وَمَا حَصَلَهٗ اَحَدُهُمَا فَلَهٗ وَمَا حَصَلَاهُ مَعًا فَلَهُمَا نِصْفَيْنِ إِنْ لَمْ يُعْلَمْ مَالِكُلٍّ وَمَا حَصَلَهٗ اَحَدُهُمَا بِإِعَانَةِ صَاحِبِهٖ فَلَهٗ وَلِصَاحِبِهٖ اَجْرُ مِثْلِهٖ.اھ

(ردالمحتار/شرکۃ فاسدۃ/ج۳/ص۳۸۴)

میں کہتا ہوں: جواب بالکل درست ہے اس کو ضعیف قرار دینا درست نہ ہوگا، بلکہ پہلے سے واضح تھا، تو سوال کی گنجائش ہی نہ تھی، بلکہ سوال کی بنیاد ہی ساقط ہے، کیوں کہ مشائخ اس امر کا انکار نہیں کرتے ہیں کہ باپ بیٹے سے خدمت لے سکتا ہے لیکن یہ صرف اُسی صورت میں ہے جب کہ متحقق ہو اور صحیح ہو، کیوں کہ شے اسی وقت جائز ہوتی ہے جب کہ صحیح ہو

اور باطل کا کوئی وجود نہیں ہوتا اور آپ جان چکے ہیں کہ یہ اعیان مباحہ میں باطل ہے، ان کی کتاب کی "کتاب الشرکۃ" میں دو وہم تھے وہ بھی اس گفتگو سے ختم ہو گئے، "دُر" اور "تنویر" میں ہے: لکڑیاں اکٹھی کرنے، گھاس جمع کرنے، شکار کرنے اور پانی بھرنے میں شرکت جائز نہیں، اور یہی حال دوسری مباحات کا ہے کیوں کہ یہ وکالت کو متضمن ہے اور مباح کے لینے میں توکیل جائز نہیں، دو میں سے کسی ایک نے جو حاصل کیا وہ اسی کا ہو گا اور جو دونوں نے مل کر حاصل کیا ہو تو وہ آدھا آدھا ہے، اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کس نے کتنا لیا تھا اور جو کچھ ایک نے اپنے ساتھی کی مدد سے لیا وہ اُسی ایک کا ہو گا اور ساتھی کو اجر مثل ملے گا اھ۔

فَكَتَبَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى قَوْلِهٖ: "وَمَا حَصَلَاهُ فَلَهُمَا" يُؤْخَذُ مِنْ هٰذَا مَا أُفْتِيَ بِهٖ فِيْ الْخَيْرِيَّةِ لَوِاجْتَمَعَ إِخْوَةٌ يَعْمَلُوْنَ فِيْ تَرْكَةِ أَبِيْهِمْ وَنَمَا الْمَالُ فَهُوَ بَيْنَهُمْ سَوِيَّةٌ وَلَوِ اخْتَلَفُوْا فِيْ الْعَمَلِ وَالرَّأْيِ.اھ

توانھوں نے اس کے قول: "وما حصلاہ فلهما" پر لکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ: خیریہ میں جو فتوی ہے وہ اسی سے ماخوذ ہے اگر چہ کچھ بھائی مل کر اپنے باپ کے ترکہ میں کام کریں، اور پھر کچھ مال حاصل ہوا تو وہ ان کے درمیان برابری کی بنیاد پر تقسیم ہو گا خواہ عمل اور رائے میں اختلاف ہی کیوں نہ رہا ہو۔ اھ

قَالَ: ثُمَّ هٰذَا فِيْ غَيْرِ الْإِبْنِ مَعَ اَبِيْهِ لِمَا فِي الْقِنْيَةِ: اَلْأَبُ وَابْنُهُ يَكْتَسِبَانِ فِي صَنْعَةٍ وَاحِدَةٍ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمَا شَيْءٌ فَالْكَسْبُ كُلُّهُ لِلْأَبِ إِنْ كَانَ الْإِبْنُ فِيْ عَيَالِهٖ لِكَوْنِهٖ مُعِيْنًا لَهٗ.اھ

(ردالمحتار/شرکۃ فاسدۃ/ج۳/ص۳۸۳)

فرمایا: یہ حکم اُس صورت میں نہیں ہے جب کہ بیٹا باپ کے ساتھ مصروف عمل ہو، کیوں کہ قنیہ میں ہے: اگر باپ بیٹا ایک ہی صنعت میں کام کرتے ہوں اور اُن کے پاس اس کے علاوہ کچھ نہ ہو تو کل کمائی باپ کی شمار ہو گی بشرطے کہ بیٹا باپ کے عیال میں ہو، کیوں کہ وہ اس کا مددگار ہے۔ اھ۔ (ت)

اَقُوْلُ: فَاِیْرَادُہٗ ھٰذَا الْفَرْعَ فِیْ ھٰذَا الْمَبْحَثِ رُبَّمَا یُوْھِمُ أَنْ لَواجْتَمَعَ رَجُلٌ وَابْنُہٗ فِیْ عَیَالِہٖ فِی تَحْصِیْلِ مُبَاحٍ کَانَ کُلُّہٗ لِلْأَبِ وَیُجْعَلُ الْاِبْنُ مُعِیْنًا لَّہٗ وَلَیْسَ کَذٰلِکَ فَاِنَّ الشَّرْعَ الْمُطَھَّرَ جَعَلَ فِیْ الْمُبَاحِ سَبَبَ الْمِلْکِ الْاِسْتِیْلَاءَ فَمَنِ اسْتَوْلٰی فَھُوَ الْمَالِکُ وَلَا یَنْتَقِلُ الْمِلْکُ اِلٰی غَیْرِہٖ اِلَّابِوَجْہٍ شَرَعِیٍّ کَھِبَۃٍ وَبَیْعٍ وَلَا یُنْسَبُ أَخْذُہٗ لِغَیْرِہٖ اِلَّابِوَجْہٍ شَرَعِیٍّ کَکَوْنِہٖ عَبْدَہٗ اَوْ اَجِیْرَہٗ عَلَیْہِ اَمَّا الْإِعَانَۃُ مَجَّانًا فَھِیَ الْخِدْمَۃُ وَقَدْ عَلِمْتَ بُطْلَانَ الْاِسْتِخْدَامِ فِی تِلْکَ الْاَعْیَانِ وَکَتَبَ عَلٰی قَوْلِہٖ: ''بِإِعَانَۃِ صَاحِبِہٖ'' سَوَاءٌ کَانَتِ الْإِعَانَۃُ بِعَمَلٍ کَمَا إِذَا أَعَانَہٗ فِی الْجَمْعِ وَالْقَلْعِ أَوِالرَّبْطِ أَوِالْحَمَلِ أَوْغَیْرِہٖ أَوْبِاٰلَۃٍ کَمَا لَوْدَفَعَ لَہٗ بَغْلًا أَوْ رَاوِیَۃً لِیَسْتَقِیَ عَلَیْھَا أَوْشَبْکَۃً لِیَصِیْدَ بِھَا. حَمَوِیْ وَقُھِسْتَانِی ط.اھ (ردالمحتار/شرکۃ فاسدۃ/ج۳/ص۳۸۳)

میں کہتا ہوں: ان کا اس فرع کو اس بحث میں لانا یہ وہم پیدا کرتا ہے (کہ) اگر بیٹا باپ کے عیال میں ہو اور باپ بیٹا کسی مباح چیز کے حاصل ہونے میں مل کر کام کریں تو حاصل شدہ چیز پوری کی پوری باپ کی ہوگی اور بیٹا اس کا مددگار قرار پائے گا، حالاں کہ بات یہ نہیں ہے کیوں کہ شریعت نے مباح اشیا میں مِلک کا سبب استیلا کو قرار دیا ہے تو جو بھی کسی مباح (چیز) پر قابض ہو جائے وہی مالک ہے اور دوسرے کی طرف اب اس کی ملک شرعی طریقوں سے ہی منتقل ہو سکتی ہے جیسے ہبہ اور بیع وغیرہ اور اس کا لینا اس کے غیر کی طرف صرف شرعی سبب سے ہی منسوب ہوگا، مثلاً یہ کہ وہ اس کا غلام ہو، یا مزدور ہو، اور مفت کی اعانت تو یہ خدمت ہے، اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ مباح چیزوں میں خدمت لینا باطل ہے۔ اور ''بإعانۃ صاحبہ'' پر لکھا کہ: عام ازیں اعانت عملی[1] ہو، جیسے کسی چیز کے جمع کرنے، اکھاڑنے، باندھنے، اٹھانے وغیرہ میں مدد کرے، یا آلہ کے ذریعے مدد ہو جیسے اس کو خچر دیا،

---

(۱) اعانتِ عملی: کام کر کے مدد کرنا۔

پانی بھرنے کا بڑا ڈول دیا یا شکار کے لیے جال دیا، حموی و قہستانی ط۔ اھ (ت)

اَقُوْلُ: فَلَا یَتَوَهَّمَنَّ مِنْهُ الْإِعَانَةُ فِیْ قَلْعِ الْحَطَبِ بِاَنْ یَقْلَعَ الْبَعْضُ هٰذَا وَالْبَعْضُ هٰذَا لِاَنَّهٗ هُوَ تَحْصِیْلُهُمَا بَلِ الْمَعْنٰی اَنَّهٗ وَضَعَ یَدَهٗ مَعَ یَدِهٖ فِی الْقَلْعِ حَتّٰی ضَعُفَ تَعَلُّقُهٗ فَقَلَعَهُ الْمَعَانِ اَوْعَمِلَ هٰذَا اَوَّلًا وَتَرَکَهٗ قَبْلَ اَنْ یَنْقَلِعَ ثُمَّ عَمِلَ ذَاكَ فَقَلَعَهٗ یَکُوْنُ الْاَوَّلُ مُعِیْنًا وَالْمِلْكُ لِلْقَالِعِ کَمَنِ اسْتَقٰی مِنْ بِئْرٍ فَإِذَا دَنَا الدَّلْوُ مِنْ رَأْسِهٖ أَخْرَجَهَا وَنَحَاهَا عَنْ رَأسِ الْبِئْرِ غَیْرُهٗ فَإِنَّ الْمِلْكَ لِلثَّانِیْ وَکَذٰلِكَ إِذَا أَثَارَ أَحَدٌ صَیْدًا وَجَاءَ بِهٖ عَلٰی اٰخَرَ فَأَخَذَهٗ کَانَ لِلْاٰخِذِ وَمَا أَحْسَنَ وَأَبْعَدَ عَنِ الْإِیْهَامِ عِبَارَةُ الْهِدَایَةِ حَیْثُ قَالَ: وَإِنْ عَمِلَ أَحَدُهُمَا وَأَعَانَهُ الْاٰخَرُ فِیْ عَمَلِهٖ بِأَنْ قَلَعَهُ أَحَدُهُمَا وَجَمَعَهُ الْاٰخَرُ أَوْ قَلَعَهٗ وَجَمَعَهٗ وَحَمَلَهُ الْاٰخَرُ فَلِلْمُعِیْنِ أَجْرُ الْمِثْلِ

(الہدایۃ/فصل فی الشرکۃ الفاسدۃ/ج ۱/ص ۶۱۴)

میں کہتا ہوں: اس سے یہ وہم پیدا نہ ہو کہ لکڑیاں اکھاڑنے میں مدد دینا بھی اسی طرح ہے، مثلاً بعض لوگ اس طرف سے اور بعض اُس طرف سے لکڑیاں اکھاڑیں، اس لیے یہ اُن دونوں کا حاصل کرنا ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ: دونوں ایک ہی لکڑی پر ہاتھ رکھیں اور دونوں ایک ساتھ اس کو اکھاڑیں، یا یہ کہ پہلے ایک شخص نے ایک درخت پر زور آزمائی کی اور ہٹ گیا پھر دوسرے نے زور آزمائی کی اور اس کو اکھاڑ لیا، تو پہلا مددگار قرار پائے گا اور ملک اکھاڑنے والے کی ہوگی، جیسے کوئی شخص ڈول بھر کر کنویں سے پانی نکالے اور جب ڈول کنویں کے دہانے تک آجائے تو دوسرا شخص نکال کر رکھ دے۔ اس صورت میں ملک دوسرے کی ہوگی، اسی طرح کسی نے شکار کو ہنکایا اور دوسرے شخص کے قریب آیا اور دوسرے شخص نے پکڑ لیا، تو جس نے پکڑا اسی کا ہوگا۔ مگر ''ہدایہ'' کی عبارت ہر قسم کے وہم سے پاک وصاف ہے اس میں ہے کہ: اگر عمل ایک نے کیا اور دوسرے نے اس عمل میں معاونت کی، مثلاً یہ کہ درخت ایک شخص نے اکھاڑے اور دوسرے نے جمع کیے یا اکھاڑے اور جمع

کیے لیکن اٹھائے دوسرے نے، تو مددگار کو اجر مثل ملے گا۔(ت)

دوم کہ نص محرر المذہب سے مروی نظر ظاہر گمان کرے گی کہ بہت کتب معتمدہ مشہورہ نے اُس پر اعتماد کیا فتاوٰی اہل سمرقند پھر فتاوٰی خلاصہ میں اُس کے حوالہ سے ہے:

رَجلٌ وَهَبَ لِلصَّغِيْرِ شَيْئًا مِنَ الْمَأْكُوْلِ يُبَاحُ لِلْوَالِدَيْنِ أَنْ يَأْكُلَا مِنْهُ كَذَا رُوِىَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى.

(خلاصۃ الفتاوٰی/کتاب الہبۃ/ج۴/ص۴۰۰)

اگر کسی شخص نے بچے کو کھانے کی چیز ہبہ کی تو اس کے والدین کے لیے وہ چیز بھی کھانا جائز ہے۔ محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے یہی مروی ہے۔(ت)

وجیز کردری میں ہے:

وَهَبَ لِلصَّغِيْرِ مِنَ الْمَأْكُوْلِ شَيْئًا يُبَاحُ لِلْوَالِدَيْنِ أَنْ يَأْكُلَاهُ

(فتاوٰی بزّازیہ مع الہندیۃ/کتاب الہبۃ/ج۶/ص۲۳۷)

اگر کسی شخص نے بچے کو کھانے کی چیز ہبہ کی تو اس کے والدین کو اس چیز کا کھانا صحیح ہے۔(ت)

فتاوٰی سراجیہ میں ہے:

اِذَا وَهَبَ الصَّبِيَّ شَيْئًا مِنَ الْمَاكُوْلِ قَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى: مُبَاحٌ لِوَالِدَيْهِ أَنْ يَأْكُلَا مِنْهُ وَقَالَ أَكْثَرُ مَشَايِخِ بُخَارٰى: لَا يَحِلُّ. اھ

(فتاوٰی سراجیہ/مسائل متفرقۃ من ہبۃ/ص:۹۶)

اگر کسی نے بچہ کو کھانے کی کوئی چیز ہبہ کی تو محمد نے فرمایا: اس کے والدین کے لیے اس میں سے کھانا مباح ہے۔ اور بخاری کے اکثر مشائخ نے فرمایا: والدین کو کھانا حلال نہیں۔ اھ(ت)

أَقُوْلُ: وَتَفَرَّدَ بِتَعْبِيْرِ قَالَ مُحَمَّدٌ فَإِنَّ عِبَارَةَ الْعَامَّةِ: رُوِىَ عَنْهُ واللهُ تَعَالٰى أعلم.

میں کہتا ہوں "قال محمد" کی عبارت تنہا انہوں نے ہی استعمال کی ہے کیوں کہ عام کتب کی عبارت یہ ہے کہ ان سے مروی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم(ت)

فتاوٰی ظہیریہ پھر غمز العیون میں ہے:

إِذَا أَهْدٰى لِلصَّغِيْرِ شَيْئٌ مِنَ الْمَأْكُوْلَاتِ رُوِىَ عَنْ مُحَمَّدٍ: أَنَّهُ يُبَاحُ لِوَالِدَيْهِ وَشَبَّهَ ذٰلِكَ بِالضِّيَافَةِ وَأَكْثَرُ مَشَايِخَ بُخَارٰى عَلٰى أَنَّهُ لَايُبَاحُ بِغَيْرِ حَاجَةٍ. (جامع الصغار مع الفصولین الکراہیۃ/ج۱/ص۱۴۶)

جب بچہ کو کسی نے کھانے کی چیزیں ہدیہ میں دیں، تو محمد سے مروی ہے کہ: اس کے والدین کو ان کا کھانا مباح ہے اور یہ ضیافت کی طرح ہے اور بخاری کے اکثر مشایخ کا کہنا ہے کہ بغیر حاجت جائز نہیں۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے:

يُبَاحُ لِلْوَالِدَيْنِ أَنْ يَأْكُلَا مِنَ الْمَأْكُوْلِ الْمَوْهُوْبِ لِلصَّغِيْرِ كَذَا فِى الْخُلَاصَةِ فَأَفَادَ أَنَّ غَيْرَ الْمَأْكُوْلِ لَايُبَاحُ لَهُمَا إِلَّا عِنْدَ الْإِحْتِيَاجِ كَمَا لَايَخْفٰى. (بحر الرائق/کتاب الھبۃ/ج۲/ص۲۸۸)

والدین کو بچّہ کی موہوبہ چیز کا کھانا مباح ہے کذا فی الخلاصہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ: غیر ماکول کو استعمال میں لانا مباح نہیں، ہاں ضرورۃً جائز ہے کما لا یخفی۔ (ت)

در مختار میں ہے:

وَفِيْهَا أَىْ فِى السِّرَاجِيَّةِ: يُبَاحُ لِوَالِدَيْهِ أَنْ يَأْكُلَا مِنْ مَأْكُوْلٍ وُهِبَ لَهُ وَقِيْلَ لَاإِنْتَهٰى. فَأَفَادَ أَنَّ غَيْرَ الْمَأْكُوْلِ لَايُبَاحُ لَهُمَا إِلَّا لِحَاجَةٍ اهـ. (الدر المختار/کتاب الھبۃ/ج۲/ص۱۶۰)

سراجیہ میں ہے: بچہ کے والدین کو مباح ہے کہ: بچہ کو ہدیہ کی گئی چیز سے کھائیں اور ایک قول ہے کہ جائز نہیں انتہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ: غیر ماکول سے بلا حاجت استفادہ جائز نہیں۔ اھ (ت)

أَقُوْلُ: وَكَأَنَّهُ أَخَذَهُ مِنْ أَنَّ الْعَمَلَ بِقَوْلِ أَصْحَابِ الْإِمَامِ إِذَا لَمْ يُوْجَدْ عَنْهُ قَوْلٌ وَلَا يُوَازِيْهِ قَوْلُ الْمَشَايِخِ وَإِنْ كَثُرُوْا كَمَا

ذَكَرْنَا نُصُوْصَهُ فِي رِسَالَتِنَا "أَجْلَى الْإِعْلَامِ بِأَنَّ الْفَتْوٰى مُطْلَقًا عَلٰى قَوْلِ الْإِمَامِ" لَاسِيَّمَا وَقَدْ عَبَّرَهُ بِقَالَ مُحَمَّدٌ وَإِلَّا فَلَيْسَ فِي السِّرَاجِيَّةِ قِيْلَ كَمَا أَسْمَعْنَاكَ نَصَّهَا.

میں کہتا ہوں: شاید انہوں نے یہ فتویٰ اس اصول سے اخذ کیا ہے کہ امام کے اصحاب کے قول پر اس وقت عمل ہوگا جب امام سے کوئی قول نہ پایا جائے اور امام کے قول کے ہمسر مشائخ کے اقوال نہیں ہوسکتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی زیادہ ہوں اس کے نصوص ہم نے اپنے رسالہ "أجلی الإعلام بأن الفتوی مطلقا علی قول الإمام" میں ذکر کیے ہیں خاص طور پر انھوں نے اس کو "قال محمد" سے تعبیر کیا ہے ورنہ سراجیہ میں قلیل نہیں ہے جیسا کہ ہم نے اس کی نص ذکر کی ہے۔(ت)

تاتارخانیہ پھر ردالمحتار میں ہے:

رُوِيَ عَنْ مُحَمَّدٍ نصًّا أنه يبَاحُ وفي الذَّخِيْرَةِ: وَأَكْثَرُ مَشَائِخِ بُخَارٰى عَلٰى أَنَّهُ لَا يُبَاحُ (ردالمحتار/کتاب الھبۃ/ج۴/ص۵۷۲)

محمد سے مروی ہے بطور نص کہ: یہ مباح ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ: اکثر مشائخ بخارٰی اس پر ہیں کہ مباح نہیں۔(ت)

اسی طرح جواہر اخلاطی و ہندیہ میں ہے جامع الصغار کی عبارت اوپر گزری۔

اقول: مگر نظر دقیق حاکم ہے کہ دونوں روایتیں اگرچہ امام محرر المذہب رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہیں لیکن اس روایت اور ان عبارات کو اس روایت سے علاقہ نہیں یہاں وہ شے مِلکِ صبی نہیں بلکہ دوسرے نے صبی کے نام ہدیہ بھیجی ہے اور عادتِ فاشیہ(۱) جاری ہے کہ: کھانے پینے کی تھوڑی چیز بچّوں ہی کے نام کر کے بھیجتے ہیں اور مقصود ماں باپ کو دینا ہوتا ہے اور یہ تو قطعًا نہیں ہوتا کہ ماں باپ پر حرام سمجھتے ہوں اس عرف کا انتشارِ تام و عام دیکھ کر مطلق حکم فرمایا یا کہیں تفصیل و توضیح فرمادی۔ فتاویٰ سمر قند پھر تاتارخانیہ پھر شامیہ نیز "کتاب التجنیس والمزید" پھر "جامع الصغار" میں ہے:

(۱) فاشیہ: ظاہر، کھلی، صریح، رائج۔

إِذَا أُهْدِىَ الْفَوَاكِهُ إِلَى الصَّبِيِّ الصَّغِيْرِ يَحِلُّ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ الْأَكْلُ إِذَا أُرِيْدَ بِذٰلِكَ بِرُّ الْأَبِ وَالْأُمِّ لٰكِنْ أُهْدِىَ إِلَى الصَّغِيْرِ إِسْتِصْغَارًا لِلْهَدِيَّةِ. (جامع الصغار مع الفصولین/الکراہیۃ/ج۱/ص۱۴۶)

جب چھوٹے بچے کو کسی نے میوہ جات ہدیہ کیے تو اس کے ماں باپ کو اس میں سے کھانا جائز ہے بشرطیکہ اس ہدیہ کا مقصد ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک ہو اور بچہ کو محض اس لیے ہدیہ کیا گیا ہو کہ ہدیہ کو چھوٹا سمجھا گیا ہو۔ (ت)

ملتقط پھر اشباہ کی تعبیر اور احسن ہے جس سے اس عادت کا فاشیہ ہونا روشن ہے۔

حَيْثُ قَالَا: إِذَا أُهْدِىَ لِلصَّبِيِّ شَيْءٌ وَعُلِمَ أَنَّهُ لَهُ فَلَيْسَ لِلْوَالِدَيْنِ الْأَكْلُ مِنْهُ لِغَيْرِ حَاجَةٍ.اھ (الأشباہ والنظائر/أحکام الصبیان/ج۲/ص۱۴۵)

انھوں نے فرمایا کہ: جب بچہ کو کوئی چیز ہدیہ کی گئی ہو اور معلوم ہو کہ وہ صرف بچے کے لیے ہے تو والدین اس میں سے بلا حاجت نہیں کھا سکتے اھ۔ (ت)

أَقُوْلُ بُنِيَ الْمَنْعُ عَلٰى عِلْمِ أَنَّهُ لِلصَّغِيْرِ فَأَفَادَ الْإِبَاحَةَ إِذَا لَمْ يُعْلَمْ شَيْءٌ رُدًّا إِلَى الْعَادَةِ الْفَاشِيَةِ.

میں کہتا ہوں: والدین کے لیے اس کا استعمال جائز نہ ہونا اس شرط سے مشروط ہے کہ اُسے علم ہو کہ یہ بچّہ کا ہے تو اس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ: جب علم نہ ہو تو مباح ہے عرف کا لحاظ رکھتے ہوئے کہا گیا ہے۔ (ت)

امام ظہیر الدین نے اُن عبارات مطلقہ کی دلیل بیان فرما کر اس امر کا تصفیہ فرمادیا، ظہیریہ پھر عالمگیریہ میں ہے:

أُهْدِىَ لِلصَّغِيْرِ الْفَوَاكِهُ يَحِلُّ لِوَالِدَيْهِ أَكْلُهَا لِأَنَّ الْإِهْدَاءَ إِلَيْهِمَا وَذِكْرُ الصَّبِيِّ لِاسْتِصْغَارِ الْهَدِيَّةِ.اھ

(فتاویٰ ہندیۃ/الباب الثالث من الہبۃ/ج۴/ص۳۸۱)

بچہ کو پھل ہدیہ کیے گئے تو اس کے والدین کو اُن کا کھانا جائز ہے کیوں کہ ہدیہ دراصل والدین کو ہی تھا بچہ کے ہاتھ میں اس لیے دیا گیا کہ ہدیہ کو معمولی سمجھا گیا۔ (ت)

أَقُوْلُ: وَمِنْ هٰهُنَا ظَهَرَ أَنَّ مَاتَقَدَّمَ عَنْ جَامِعِ الصِّغَارِ عَنِ الظَّهِيْرِيَّةِ إِذَا أَهْدٰى الصَّغِيْرُ شَيْئًا مِنَ الْمَأكُوْلَاتِ إِنْ لَمْ يَكُنْ عَنْ نَقْلِهِ بِالْمَعْنٰى لِأَنَّ الْمَسْأَلَةَ فِى سَائِرِ الْكُتُبِ فِيْهَا وُهِبَ شَيْءٌ لِلصَّغِيْرِ وَقَدْ نُقِلَ عَنِ الظَّهِيْرِيَّةِ نَفْسِهَا فِى الْغَمْزِ بِلَفْظٍ إِذَا أُهْدِىَ لِلصَّغِيْرِ شَيْءٌ كَمَا سَمِعْتَ فَلَيْسَ مُرَادُهٗ إِلَّا إِهْدَاؤُهٗ مِمَّا أُهْدِىَ إِلَيْهِ لَا أَنْ يَبْتَدِىَ الصَّبِىُّ فَيُهْدِىْ مِنْ مِلْكِهٖ شَيْئًا وَالدَّلِيْلُ عَلَيْهِ قَوْلُهٗ: وَشَبَّهَ ذٰلِكَ بِضِيَافَةِ الْمَأْذُوْنِ فَالْمَأذُوْنُ لَايُضِيْفُ مِنْ مَالِ نَفْسِهٖ بَلْ مَوْلَاهُ وَمَوْلَاهُ إِنَّمَا أَذِنَ فِى التِّجَارَةِ لٰكِنَّ الْعَوَائِدَ قَضَتْ أَنَّ أَمْثَالَ الضِّيَافَاتِ لَابُدَّ مِنْهَا فِى التِّجَارَاتِ فَكَانَ إِذْنُهٗ فِى التِّجَارَةِ إِذْنًا فِيْهَا كَذٰلِكَ الصَّبِىُّ لَايُهْدِىْ مِنْ مَالِ نَفْسِهٖ بَلْ مَالِ الْمُهْدِىْ وَالْمُهْدِىْ إِنَّمَا سَمّٰى الصَّبِىَّ لٰكِنْ فَشَتِ الْعَوَائِدُ: أَنَّ أَمْثَالَ الْهَدَايَا لَايُمْنَعُ عَنْهَا أَبَوَاهُ فَكَانَ إِهْدَاؤُهٗ إِلَيْهِ إِهْدَاءً إِلَيْهِمَا.

میں کہتا ہوں: اس سے معلوم ہوا کہ: جو عبارت جامع صغیر سے ظہیریہ سے گزری کہ: جب بچہ کھانے پینے کی کوئی چیز ہدیہ کرے، اگر یہ اس کی نقل بالمعنیٰ نہیں ہے کیوں کہ تمام کتب میں یہ مسئلہ اس طرح مذکور ہے کہ: کوئی چیز بچہ کو ہبہ کی گئی اور خود ظہیریہ میں غمز سے ان الفاظ میں منقول ہے کہ: جب بچہ کو کوئی چیز ہبہ کی گئی جیسا کہ تم نے سنا، تو ان کی مراد یہ ہے کہ: بچّہ اس چیز سے ہدیہ کرے جو اس کو ہدیہ کی گئی ہو، یہ نہیں کہ بچہ ابتدا کرے اور اپنی ملک سے کچھ ہدیہ کرے، اور اس کی دلیل ان کا یہ قول ہے کہ: اور یہ مشابہ ماذون کی ضیافت کے ہے کہ ماذون اپنے مال سے ضیافت نہیں کرتا ہے بلکہ اپنے مولیٰ کے مال سے کرتا ہے اور اس کے مولیٰ نے اس کو تجارت کی اجازت دی ہے، لیکن عرف میں یہ عادت ہے کہ: تجارت میں اس قسم کی ضیافتیں ہوتی ہی رہتی ہیں، تو تجارت کی اجازت دینا ضیافت کی اجازت کے مترادف ہے، اسی طرح بچہ اپنے مال سے ہدیہ نہیں دیتا ہے بلکہ ہدیہ دینے والے کے مال سے ہی ہدیہ دیتا ہے اور ہدیہ دینے والے نے بچہ کا نام لیا مگر عام طور پر عادت یہ ہے

کہ: اس قسم کے ہدایا سے ماں باپ کو منع نہیں کیا جاتا ہے تو بچوں کو ہدیہ دینا ماں باپ کو ہدیہ دینا سمجھا جاتا ہے۔ (ت)

أَقُوْلُ: وَالْوَجْهُ فِيهِ: إِنَّ الْمَأْكُوْلَاتِ مِمَّا يَتَسَارَعُ إِلَيْهَا الْفَسَادُ فَيَكُوْنُ إِذْنًا مِنَ الْمُهْدِى لَهُمَا فِى التَّنَاوُلِ دَلَالَةً وَذٰلِكَ بِأَنْ يَقَعَ الْمِلْكُ لَهُمَا بِخِلَافِ مَايُدَّخَرُ فَظَهَرَ إِصَابَةُ الْبَحْرِ وَالدُّرِّ فِى قَوْلِهِمَا أَفَادَ أَنَّ غَيْرَ الْمَأْكُوْلِ لَايُبَاحُ لَهُمَا إِلَّا لِحَاجَةٍ (الدُّرُّ المختار/ کتاب الهبۃ/ ج۲/ ص۱۶۰) وَانْدَفَعَ مَاوَقَعَ لِلْعَلَّامَةِ "ش" حَيْثُ قَالَ بَعْدَ نَقْلِ مَا مَرَّ عَنْهُ عَنِ التَّتَارِخَانِيَةِ عَنْ فَتَاوٰى سَمَرْقَنْدَ قُلْتُ: وَبِهٖ يَحْصُلُ التَّوْفِيْقُ وَيَظْهَرُ ذٰلِكَ بِالْقَرَائِنِ وَعَلَيْهِ فَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْمَأْكُوْلِ وَغَيْرِهٖ بَلْ غَيْرُهٗ أَظْهَرُ .اھ (ردالمحتار/ کتاب الهبۃ/ ج۴/ ص۵۷۲)

أَیْ فَإِنَّ إِرَادَةَ الْوَلَدِ بِهِبَةِ الْمَأْكُوْلِ أَظْهَرُ وَأَكْثَرُ فَإِذَا سَاغَ الْأَكْلُ ثَمَّةَ عِنْدَ عَدَمِ دَلِيْلٍ يَقْضِىْ بِاخْتِصَاصِ الْهَدِيَّةِ بِالْوَلَدِ فَهٰذَا أَوْلٰى وَقَدْ عَرَفْتَ الْجَوَابَ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ.

میں کہتا ہوں: کھانے پینے کی چیزیں عام طور پر جلدی گل سڑ جاتی ہیں تو ہدیہ دینے والے کی طرف سے والدین کو اشارۃً کھانے کی اجازت سمجھی جائے گی، اور اس طرح مِلک والدین کے لیے ثابت ہوگی اور جو اشیا جلد خراب ہونے والی نہیں ہیں ان کا یہ حکم نہیں ہے، تو بحر اور دُرّ کے قول کی صحت ظاہر ہوگئی، ان کا قول ہے کہ: جو چیزیں کھانے پینے کی نہیں ان کا استعمال والدین کے لیے جائز نہیں، ہاں حاجت کے وقت جائز ہے۔ اور علامہ "ش" کا اعتراض ختم ہوا انھوں نے تو وہ عبارت نقل کی جو تتار خانیہ، فتاوٰی سمرقند سے گزری، پھر فرمایا: میں کہتا ہوں: اس سے موافقت ظاہر ہوگئی اور یہ قرائن سے ظاہر ہوتا ہے، اور اس لحاظ سے اس میں ماکول اور غیر ماکول کا کوئی فرق نہیں بلکہ اس کا غیر اظہر ہے۔ اھ۔ یعنی ماکول کے ہبہ سے بچہ کا ارادہ اظہر ہے اور اکثر ہے تو جب وہاں کھانا جائز ہوا کسی ایسی دلیل کے نہ ہونے کے وقت جو ہدیہ کے بچہ کے ساتھ مختص ہونے کا تقاضا کرتی ہو تو یہ اولیٰ

ہے اور آپ کو اس کا جواب مل چکا ہے وباللہ التوفیق۔(ت)

بالجملہ یہ روایات غیرِ ملکِ صبی میں ہیں اور یہاں کلام مِلکِ صبی میں کہ مباح پانی بلاشبہ بھرنے والے کی مِلک ہوگا جب کہ بروجہِ اجارہ[1] نہ ہو اور صبی کی مِلک والدین کو بے احتیاج حلال نہیں مقتضائے نظرِ فقہی تو یہ ہے۔

اقول: وباللہ التوفیق مگر شک نہیں کہ عرف وعادت اس کے خلاف ہے اور وہ بھی دلائل شرعیہ سے ہے تو مناسب کہ اسے قلیل عفو قرار دیں جس پر قرآن وحدیث سے دلیل ہے قال اللہ عزوجل:

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ (القرآن ۲/ ۲۲۰)

اور وہ آپ سے یتیموں کی بابت پوچھتے ہیں فرمادیجیے ان کی اصلاح بہتر ہے اور اگر تم ان کے ساتھ اپنا مال ملاکر کھاؤ وہ تمھارے بھائی ہیں اور اللہ مفسد کو مصلح سے جانتا ہے۔(ت)

اس آیت میں أحد التفسیرین پر یتیم کے ساتھ جوازِ مخالطتِ مال ہے اور ظاہر کہ بحالِ مخالطت کامل امتیاز قریب محال ہے۔ "تفسیرات احمدیہ" میں ہے:

وَفِی الزَّاهِدِیْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا: الْمُخَالَطَةُ أَنْ تَأْكُلَ مِنْ ثَمَرِهٖ وَلَبَنِهٖ وَقَصْعَتِهٖ وَهُوَ يَأْكُلُ مِنْ ثَمَرَتِكَ وَلَبَنِكَ وَقَصْعَتِكَ وَالْاٰيَةُ تَدُلُّ عَلٰی جَوَازِ الْمُخَالَطَةِ فِی السَّفَرِ وَالْحَضَرِ يَجْعَلُوْنَ النَّفَقَةَ عَلَی السَّوَاءِ ثُمَّ لَا يُكْرَهُ أَنْ يَأْكُلَ أَحَدُهُمَا أَكْثَرَ لِأَنَّهٗ لَمَّا جَازَ فِی أَمْوَالِ الصِّغَارِ فَجَوَازُهٗ فِیْ أَمْوَالِ الْكِبَارِ أَوْلٰی هٰذَا لَفْظُهٗ فَأَحْفَظْهُ فَإِنَّهٗ نَافِعٌ وَحُجَّةٌ عَلٰی كَثِيْرٍ مِنَ الْمُتَعَصِّبِيْنَ فِی زَمَانِنَا.اھ (تفسیرات احمدیۃ/بیان اصلاح/ص:۱۰۳)

اور زاہدی میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ: مخالطت یہ ہے کہ: تم اس کے پھل اس کا دودھ اور اس کے پیالہ میں کھاؤ اور وہ بھی اسی طرح تمھارے ساتھ تمھارے پھل

(۱) بروجہِ اجارہ: اجارہ کے طریقہ پر ہو۔

کھائے اور تمھارا دودھ پیے اور تمھارے پیالے میں کھائے اور یہ آیت مخالطت[1] کے جواز پر دلالت کرتی ہے خواہ سفر میں ہو یا حضر میں ہو جب کہ نفقہ کو برابر کا رکھیں، پھر اس میں کوئی کراہت نہیں کہ ان میں سے کوئی زائد کھالے کیوں کہ یہ چیز جب بچوں کے مال میں جائز ہے تو بڑوں کے اموال میں بطور اولیٰ جائز ہے، یہ ان کے الفاظ ہیں ان کو بخوبی یاد رکھیں، یہ مفید بھی ہیں اور ہمارے عہد کے بہت سے متعصبین پر حجت بھی ہیں۔ اھ۔ (ت)

أَقُوْلُ: فَإِذَنْ مَافِی جَامِعِ الصِّغَارِ عَنْ فَتَاوٰی رَشِیْدِ الدِّیْنِ مِنْ بَابِ دَعْوٰی الْأَبِ وَالْوَصِیْ لَوْلَمْ تَکُنِ الْأُمُّ مُحْتَاجَةً إِلٰی مَالِهٖ وَلٰکِنْ خَلَطَتْ مَالَهَا بِمَالِ الْوَلَدِ وَاشْتَرَتِ الطَّعَامَ وَأَکَلَتْ مَعَ الصَّغِیْرِ إِنْ أَکَلَتْ مَازَادَ عَلٰی حِصَّتِهَا لَایَجُوْزُ لِأَنَّهَا أَکَلَتْ مَالَ الْیَتِیْمِ.اھ. مَعْنَاهُ: الزِّیَادَةُ الْمُتَبَیِّنَةُ فَفِیْ جَامِعِ الرُّمُوْزِ عَنِ الْبَابِ الْمَذْکُوْرِ مِنَ الْفَتَاوٰی الْمَزْبُوْرَةِ قُبَیْلَ هٰذَا: صَبِیٌّ یَحْصُلُ الْمَالَ وَیَدْفَعُ إِلٰی أُمِّهٖ وَالْأُمُّ تُنْفِقُ عَلٰی الصَّبِیِّ وَتَأْکُلُ مَعَهٗ قَلِیْلًا نَحْوَ لُقْمَةٍ أَوْلُقْمَتَیْنِ مِنْ غَیْرِ زِیَادَةٍ لَایُکْرَهُ (جامع الصغار/مسائل الکراہیۃ/ج۱/ص۱۴۸)

میں کہتا ہوں: تو جامع الصغار میں فتاوٰی رشید الدین سے (دعوی الاب والوصی میں) جو منقول ہے اگر ماں بچہ کے مال کی محتاج نہ ہو، لیکن اس نے بچہ کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر کھانا خریدا اور بچّہ کے ساتھ کھایا تو اگر اپنے حصہ سے زیادہ کھایا تو جائز نہیں کیوں کہ اس نے یتیم کا مال کھایا۔ اھ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ: اتنی زیادتی جو بالکل واضح اور ظاہر ہو، اسی فتاوی کے مذکور باب سے جامع الرموز میں منقول ہے، اس سے کچھ ہی پہلے کہ: ایک بچہ ہے جو مال لاتا ہے اور ماں کو دیتا رہتا ہے اور ماں اس پر خرچ کرتی رہتی ہے اور لقمہ دو لقمہ خود بھی اس کے ساتھ کھاتی رہتی ہے زیادہ نہیں، تو یہ مکروہ نہیں ہے۔ (ت)

صحیح مسلم شریف میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

قَالَ: کُنْتُ أَلْعَبُ مَعَ الصِّبْیَانِ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ

---

(۱) مخالطت: باہم ملانا، مثلاً کسی کا مال اپنے مال میں ملانا وغیرہ۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَارَيْتُ خَلْفَ بَابٍ فَجَاءَ فَحَطَأَنِي[1] حَطْأَةً وَقَالَ إِذْهَبْ وَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ.(صحیح للمسلم، باب من لعنه النبی ﷺ الخ / ج۲/ ص۳۲۵)

فرمایا: میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں ایک دروازہ کے پیچھے چُھپ گیا تو آپ میرے پاس تشریف لائے اور میرے دونوں کندھوں کے درمیان اپنے ہاتھ سے (پیار سے) تھپکی دی اور کہا کہ: معاویہ کو بلا لاؤ۔(ت)

امام نووی شرح میں فرماتے ہیں:

فِيهِ جَوَازُ إِرْسَالِ صَبِيّ غَيْرِهٖ مِمَّنْ يَدُلُّ عَلَيْهِ فِي مِثْلِ هَذَا ، وَلَا يُقَال هَذَا تَصَرُّفٌ فِي مَنْفَعَةِ الصَّبِيّ لأَنَّ هَذَا قَدْرٌ يَسِيرٌ وَرَدَ الشَّرْعُ بِالْمُسَامَحَةِ بِهٖ لِلْحَاجَةِ، وَاطَّرَدَ بِهِ الْعُرْفُ وَعَمَلُ الْمُسْلِمِينَ (شرح للنووي، باب من لعنه النبی ﷺ الخ/ ج۲/ ص۳۲۵)

اس سے معلوم ہوا کہ: دوسرے کے بچہ کو اس جیسے کام کے لیے بھی بھیجا جا سکتا ہے اور اس کا مطلب یہ نہ ہوگا کہ: بچہ کی منفعت میں تصرف کیا کیوں کہ یہ معمولی چیز ہے اور شریعت نے ضرورتاً اس قسم کی چیزوں کی اجازت دی ہے اور عام طور پر مسلمانوں کا اس پر عمل ہے۔(ت)

عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ، نے "حدیقہ ندیہ" میں اسے مُقرّر رکھا۔

سوم میں امر ابوین کو اجارہ پر قیاس کیا۔

اقول: اولاً: یہ صحت توکیل کو چاہتا ہے اور اعیانِ مباحہ میں توکیل خلاف نصوص ہے و علّلوہ بوجوہ (اور انہوں نے اس کی کئی علتیں بیان کی ہیں)

اَلْاَوَّلُ: أَنَّ صِحَّةَ التَّوْكِيْلِ تَعْتَمِدُ صِحَّةَ أَمْرِ الْمُوَكِّلِ بِمَا وَكَّلَ

---

(۱) حطأني بحاء ثم طاء مهملتين وبعدهما همزة وهو الضرب باليد مبسوطة بين الكتفين.اھ (حديقه نديه)

حطأني حا پھر طاء دونوں بغیر نقطہ کے، اور ان کے بعد ہمزہ ہے، معنٰی ہے دو کندھوں کے درمیان ہاتھ سے تھپکی دینا۔ اھ حدیقہ ندیہ۔(ت) [۱۲منہ]

بِهٖ وَصِحَّةَ الْأَمْرِ تَعْتَمِدُ الْوِلَايَةَ وَلَا وِلَايَةَ لِلْمُوَكِّلِ عَلَى الْمُبَاحِ وَنَقَضَ بِالتَّوْكِيْلِ بِالشِّرَاءِ فَإِنَّ الْمُوَكِّلَ لَا وِلَايَةَ لَهٗ عَلَى الْمُشْرٰى.

اول: توکیل کی صحت کا دارومدار اس پر ہے کہ: جو کام موکل نے وکیل کو سپرد کیا ہے وہ درست ہے اور اس کام کی صحت کا مدار ولایت پر ہے اور مُباح کام پر موکل کو کوئی ولایت نہیں ہے اور اس پر توکیل بالشراء سے اعتراض وارد ہے، کیوں کہ موکل کو خریدی جانے والی چیز پر کوئی ولایت حاصل نہیں ہے۔

وَالثَّانِيْ: أَنَّ التَّوْكِيْلَ إِحْدَاثُ وِلَايَةٍ لِلْوَكِيْلِ وَلَا يَصِحُّ هِنَا لِأَنَّهٗ يَمْلِكُ أَخْذَ الْمُبَاحِ بِدُوْنِ تَمْلِيْكِهٖ وَنَقَضَ بِالتَّوْكِيْلِ بِشِرَاءِ شَيْئٍ لَا بِعَيْنِهٖ فَإِنَّ الْوَكِيْلَ يَمْلِكُهٗ قَبْلَ التَّوْكِيْلِ وَبَعْدَهٗ وَأَجَابَ فِي الْعِنَايَةِ: أَنَّ مَعْنَاهُ يَمْلِكُهٗ بِدُوْنِ أَمْرِ الْمُوَكِّلِ بِلَا عَقْدٍ وَصُوْرَةُ النَّقْضِ لَيْسَتْ كَذٰلِكَ فَإِنَّهٗ لَا يَمْلِكُهٗ إِلَّا بِالشِّرَاءِ.اھ

(عنایۃ مع الفتح القدیر/الشرکۃ الفاسدۃ/ج۵/ص۴۰۹)

دوم: توکیل کے معنی وکیل کے لیے ولایت کا ایجاد کرنا ہے۔ اور وہ یہاں درست نہیں ہے، کیوں کہ وہ اس کی تملیک کے بغیر ہی مباح کو لے سکتا ہے۔ اور اس پر یہ نقض ہے کہ: کسی کو غیر معین چیز کے خریدنے کا وکیل بنایا، کیوں کہ وکیل تو توکیل سے پہلے اور اس کے بعد بھی اس کا مالک ہے۔ اور ”عنایہ“ میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ: وہ اس کا مالک ہے موکل کے حکم کے بغیر، اور بغیر عقد کے۔ اور نقض کی صورت یہ نہیں ہے، کیوں کہ وہ خریدے بغیر اس کا مالک نہیں ہے اھ۔ (ت)

أَقُوْلُ: رَحِمَكَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَيْسَ الْمُرَادُ مِلْكَ الْعَيْنِ بَلْ وِلَايَةُ ذٰلِكَ الْفِعْلِ كَالْأَخْذِ ثَمَّهٗ وَالشِّرَاءِ هٰهُنَا وَهُوَ لَا يَمْلِكُهٗ بِالْعَقْدِ بَلِ الْعَقْدُ نَاشِئٌ عَنْ مِلْكِهٖ ثُمَّ رَأَيْتُ سَعْدِيْ أَفَنْدِيْ أَوْمَأَ إِلَيْهِ إِذْ قَالَ: فِيْهِ تَأَمُّلٌ فَإِنَّ الْمُوَكَّلَ بِهٖ هُوَ الشِّرَاءُ فَالْوَكِيْلُ يَمْلِكُهٗ فَلَا يَنْدَفِعُ

النَّقْضُ[1] اھ. وَالصَّوَابُ فِی الْجَوَابِ: أَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ لَهٗ مِنْ قَبْلِ وِلَايَةٍ أَنْ يَشْغَلَ ذِمَّةَ الْمُؤَكِّلِ بِالثَّمَنِ وَرَدَّهُ الْمُحَقِّقُ فِی "الْفَتْحِ" بِأَنَّ حَاصِلَ هٰذَا أَنَّ التَّوْكِيْلَ بِمَا يُوْجِبُ حَقًّا عَلَى الْمُؤَكِّلِ يَتَوَقَّفُ عَلٰى إِثْبَاتِهِ الْوِلَايَةَ عَلَيْهِ فِی ذٰلِكَ وَالْكَلَامُ فِی التَّوْكِيْلِ بِخِلَافِهِ.[2] اھ أَیْ بِأَخْذِ الْمُبَاحِ فَإِنَّهٗ لَايَثْبُتُ فِيْهِ حَقٌّ عَلَى الْمُؤَكِّلِ.

میں کہتا ہوں: اس سے مراد ملکِ عین نہیں ہے بلکہ اُس کام کے کرنے کا اختیار ہے جیسے وہاں لینا اور یہاں خریدنا، اور وہ عقد کی وجہ سے اس کا مالک نہیں، بلکہ عقد تو خود اس کی مِلک سے پیدا ہوتا ہے پھر میں نے دیکھا کہ سعدی افندی نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں: اس میں تامل ہے، کیوں کہ جس چیز کا وکیل بنایا ہے وہ "شرا" ہے تو وکیل اس کا مالک ہے، تو نقض مرتفع نہ ہوگا اھ۔ تو اس کا صحیح جواب یہ ہوگا کہ: موکل کو پہلے یہ ولایت حاصل نہ تھی کہ وہ موکل کے ذمہ کو ثمن[3] کے ساتھ مشغول رکھے، اور محقق نے اس کا "فتح" میں رد کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ: اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ: ایسی چیز کی توکیل جو موکل پر حق ثابت کرے اس امر پر موقوف ہے کہ: وہ اس پر ولایت کو ثابت کرے اور گفتگو توکیل میں اس کے بر خلاف ہے۔ اھ۔ یعنی مباح کے لینے میں، کیوں کہ اس میں موکل پر حق ثابت نہیں ہوتا۔ (ت)

أَقُوْلُ: هٰذَا اعْتِرَافٌ بِالْمَقْصُوْدِ فَإِنَّ التَّوْكِيْلَ مُطْلَقًا إِثْبَاتُ وِلَايَةٍ لِلْوَكِيْلِ لَمْ تَكُنْ مِنْ قَبْلُ وَلَايُوْجَدُ هٰهُنَا فَلَايَصِحُّ التَّوْكِيْلُ بِهٖ بِخِلَافِ الشِّرَاءِ وَلَيْسَ أَنَّ إِحْدَاثَ الْوِلَايَةِ مَطْلُوْبٌ خُصُوْصًا فِی التَّوْكِيْلِ بِمَا يُوْجِبُ حَقًّا عَلَى الْمُؤَكِّلِ حَتّٰى يُقَالَ: لَيْسَ التَّوْكِيْلُ

---

(۱) حاشیۃ چلپی/الشرکۃ الفاسدۃ/ج۵/ص۴۰۹ (۱۲ منہ)

(۲) فتح القدیر/الشرکۃ الفاسدۃ/ج۵/ص۴۱۰ (۱۲ منہ)

(۳) ثمن: عاقدین کے درمیان طے شدہ رقم۔

بِأَخْذِ الْمُبَاحِ مِنْ هٰذَا الْبَابِ فَلَا يَحْتَاجُ إِلىٰ إِحْدَاثِ الْوِلَايَةِ.

میں کہتا ہوں: یہ مقصود کا اعتراف ہے، کیوں کہ توکیل[1] مطلقاً وکیل کے لیے ولایت کا اثبات ہے، ایسی ولایت جو اس کو پہلے حاصل نہ تھی، اور وہ یہاں پائی نہیں جاتی ہے، تو اس کی توکیل صحیح نہ ہوگی، اور شراء میں یہ چیز نہیں ہے، اور ولایت کا ایجاد و احداث مطلوب نہیں ہے خاص طور پر اس توکیل میں، جو موکل پر کسی حق کو واجب کرتی ہو، اگر ایسا ہوتا تو کہا جاسکتا تھا کہ: مباح کے لینے پر وکیل بنانا اس باب سے نہیں ہے، تو اس میں ولایت کی ایجاد کی حاجت نہیں ہے۔ (ت)

وَالثَّالِثُ: أَنَّ الْمَقْصُوْدَ بِالتَّوْكِيْلِ نَقْلُ فِعْلِ الْوَكِيْلِ إِلىٰ الْمُؤَكِّلِ وَلَا يَتَحَقَّقُ هٰهُنَا فَإِنَّ الشَّرْعَ جَعَلَ سَبَبَ مِلْكِ الْمُبَاحِ سَبَقَ الْيَدِ إِلَيْهِ وَالسَّابِقَةُ يَدُ الْوَكِيْلِ فَيَثْبُتُ الْمِلْكُ لَهٗ وَلَا يَنْتَقِلُ إِلَى الْمُؤَكِّلِ إِلَّا بِسَبَبٍ جَدِيْدٍ أَشَارَ إِلَيْهِ الْمُحَقِّقُ.

سوم: توکیل سے مقصود یہ ہے کہ: وکیل کے فعل کو موکل کی طرف نقل کیا جائے اور یہ چیز یہاں متحقق نہیں: کیوں کہ شریعت نے مباح کی ملکیت کا سبب قبضہ میں پہل کو قرار دیا ہے، اور یہاں وکیل نے قبضہ میں پہل کی ہے، تو ملک اس کے لیے ثابت ہوگی اور موکل کی طرف اسی وقت منتقل ہوگی جب کہ اس کا سبب جدید ہو، محقق نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ (ت)

ثانیاً: یہ قیاس صحیح ہو تو صرف ظرف پر حکم نہ رہے بلکہ والدین کی نیت سے لینا ہی اُن کے لیے مُثبتِ مِلک ہو اگرچہ اُن کے ظرف میں نہ لے کہ مقیس علیہ[2] اعنی اجارۂ مذکورہ میں حکم یہی ہے اصل مدار نیت پر ہے جب کہ نہ اجیر کا یہ وقت بکا ہے نہ شئ معین ہے تو وہ اپنے لیے بھی لے سکتا ہے اور اپنے مستاجر کے لیے بھی، جس کے لیے لے گا اُسی کی مِلک ہوگی، ہاں اگر لیتے وقت کسی کی نیت نہ تھی یا وہ کہے: میں نے اپنے لیے نیت

---

(۱) توکیل: وکیل بنانا۔

(۲) مقیس علیہ: جس پر قیاس کیا گیا۔

کی تھی اور مستاجر کہے: میرے لیے کی تھی تو اُس وقت ظرف پر فیصلہ رکھیں گے اُس کے ظرف میں لی تو اُس کے لیے ہے ورنہ اپنے لیے۔

وَأَصْلُ ذٰلِكَ الْوَكِيْلِ بِشِرَاءِ شَيْئٍ لَابِعَيْنِهٖ الْحُكْمُ فِيْهِ لِلْإِضَافَةِ فَإِنْ لَمْ تُوْجَدْ فَلِلنِّيَّةِ فَإِنْ لَمْ تُوْجَدْ أَوْ تَخَالَفَا فِيْهَا فَلِلنَّقْدِ أَيْ إِنْ أَضَافَ الْعَقْدَ إِلىٰ مَالِ الْمُؤَكِّلِ فَالشِّرَاءُ لِلْمُؤَكِّلِ وَإِنْ زَعَمَ أَنَّهُ اشْتَرٰى لِنَفْسِهٖ أَوْ إِلىٰ مَالِ نَفْسِهٖ فَلِنَفْسِهٖ أَوْ إِلىٰ مُطْلَقِ مَالٍ فَلِأَيِّهِمَا نَوٰى كَانَ لَهٗ فَإِنْ لَمْ تَحْضُرْهُ النِّيَّةُ عِنْدَ الشِّرَاءِ أَوْ قَالَ: نَوَيْتُ لِي وَقَالَ الْمُؤَكِّلُ: لِي أَوْ بِالْعَكْسِ حُكِّمَ النَّقْدُ فِي الثَّانِي بِالْإِجْمَاعِ وَفِي الْأَوَّلِ عِنْدَ أَبِي يُوْسُفَ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ فَإِنَّهٗ يَجْعَلُهٗ إِذَنْ لِلْعَاقِدِ[1] وَوَقَعَ فِي "رَدِّالْمُحْتَارِ" عَكْسُ هٰذَا وَهُوَ سَهْوٌ.

اور اس کی اصل یہ مسئلہ ہے کہ: کسی شخص کو غیر معین شے کے خریدنے کا وکیل بنایا تو اس میں حکم اضافت کا ہے، اگر اضافت (نسبت) نہ پائی گئی تو نیت معتبر ہوگی، اگر نیت بھی نہ پائی گئی یا دونوں میں اختلاف ہوا تو حکم نقد کا ہے، یعنی اگر عقد کو موکل کے مال کی طرف مضاف کیا تو خریدنا موکل کے لیے ہوا، اگرچہ اس نے یہ گمان کیا کہ: اُس نے اپنے لیے خریدا ہے، اور اگر اضافت خود اس کے مال کی طرف ہے تو خریدنا اس کے لیے ہوا، اور اگر مطلق مال کی طرف اضافت ہے تو دونوں میں سے جس کی نیت کی اس کے لیے ہوگا، اور اگر خریدنے کے وقت کوئی نیت ہی نہ تھی یا کہا کہ: میں نے اپنے لیے نیت کی تھی اور موکل نے کہا کہ: میرے لیے کی تھی یا بالعکس تو دوسرے میں بالاجماع نقد کو حکم بنایا جائے گا اور پہلے میں صرف ابو یوسف کے نزدیک ہوگا، امام محمد اس کو اس صورت میں عاقد کے لیے قرار دیتے ہیں، اور "ردالمحتار" میں اس کے برعکس کہا ہے اور یہ سہو ہے۔ (ت)

أَقُوْلُ: وَقَدَّمَ قَاضِيْ خَانْ قَوْلَ أَبِيْ يُوْسُفَ وَأَخَّرَ فِي الْهِدَايَةِ

---

(۱) عنایۃ مع فتح القدیر/ وکالۃ بالشراء/ ج۷/ ص۴۵ (۱۲ منہ)

دَلِيْلَهُ فَأَفَادَا تَرْجِيْحَهُ وَقَالَ: فِيْ "الْبَحْرِ" تَحْتَ قَوْلِ "الْكَنْزِ": إِنْ كَانَ بِغَيْرِ عَيْنِهٖ فَالشِّرَاءُ لِلْوَكِيْلِ إِلَّا أَنْ يَنْوِيَ لِلْمُوَكِّلِ أَوْ يَشْتَرِيَهُ بِمَالِهٖ مَانَصَّهُ ظَاهِرُ مَافِي الْكِتَابِ تَرْجِيْحُ قَوْلِ مُحَمَّدٍ مِنْ أَنَّهُ عِنْدَ عَدَمِ النِّيَّةِ يَكُوْنُ لِلْوَكِيْلِ لِأَنَّهُ جَعَلَهُ لِلْوَكِيْلِ إِلَّا فِيْ مَسْأَلَتَيْنِ.[1] اھ. أَيِ النِّيَّةُ لِلْمُوَكِّلِ وَإِضَافَةُ الْعَقْدِ إِلٰى مَالِهٖ إِذْ هُوَ الْمُرَادُ مِنَ الشِّرَاءِ بِمَالِهٖ كَمَا فِي الْهِدَايَةِ فَإِذَا لَمْ يُضِفْ وَلَمْ يَنْوِكَانَ لِلْعَاقِدِ كَمَا هُوَ مَذْهَبُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى.

میں کہتا ہوں: *قاضی خاں نے ابو یوسف کا قول مقدم کیا ہے اور "ہدایہ" میں اس کی دلیل کو موخر کیا ہے جس سے اس کی ترجیح معلوم ہوتی ہے، اور "بحر" نے "کنز" کے اس قول کے تحت فرمایا کہ: اگر غیر معین چیز کے خریدنے کا وکیل بنایا تو شراء وکیل کے لیے ہے، مگر یہ کہ موکل کی نیت کرلے یا اس کو اپنے مال سے خریدے۔ ان کی عبارت یہ ہے: کتاب میں جو ہے اس سے بظاہر محمد کے قول کی ترجیح معلوم ہوتی ہے، یعنی یہ کہ نیت نہ ہونے کی صورت میں وہ شراء وکیل کے لیے ہوگی، کیوں کہ انھوں نے شراء وکیل کے لیے ہی کی ہے سوائے دو مسئلوں کے۔ اھ۔ یعنی یہ کہ نیت موکل کے لیے ہو اور اضافت اُس کے مال کی طرف ہو، اس لیے کہ اس کے مال سے خریدنے کا یہی مطلب ہے، جیسا کہ "ہدایہ" میں ہے، تو جب اضافت نہ کی اور نیت بھی نہ کی تو عاقد کے لیے ہوگی جیسا کہ محمد رحمہ اللہ تعالی کا مذہب ہے۔ (ت)*

أَقُوْلُ: لٰكِنَّ الْإِمَامَ أَبَا يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى إِنَّمَا حَكَّمَ النَّقْدَ لِأَنَّهُ دَلِيْلُ النِّيَّةِ قَالَ فِي "الْهِدَايَةِ": عِنْدَ أَبِيْ يُوْسُفَ يُحَكَّمُ النَّقْدُ لِأَنَّ مَعَ تَصَادُقِهِمَا يَحْتَمِلُ النِّيَّةَ لِلْآمِرِ وَفِيْمَا قُلْنَاهُ حَمْلُ حَالِهٖ عَلَى الصَّلَاحِ كَمَا فِيْ حَالَةِ التَّكَاذُبِ.[2] قَالَ فِي الْعِنَايَةِ:

(۱) بحر الرائق/وکالۃ بالبیع والشراء/ج۷/ص۱۶۷ (۱۲منہ)

(۲) الھدایۃ/وکالۃ بالبیع والشراء/ج۲/ص۱۸۳ (۱۲منہ)

(یَحْتَمِلُ) أَنَّہُ کَانَ نَوٰی لِلْاٰمِرِ وَنَسِیَہُ (وَفِیْمَا قُلْنَا) یَعْنِیْ تَحْکِیْمَ النَّقْدِ (حُمِلَ حَالُہٗ عَلَی الصَّلَاحِ) لِأَنَّہٗ إِذَا کَانَ النَّقْدُ مِنْ مَالِ الْمُؤَکِّلِ وَالشِّرَاءُ لَہٗ کَانَ غَصَبًا (کَمَا فِیْ حَالَۃِ التَّکَاذُبِ)[1] اھ. فَعُلِمَ أَنَّ تَحْکِیْمَ النَّقْدِ دَاخِلٌ فِی اعْتِبَارِ النِّیَّۃِ وَلَا یَسْتَغْرِبُ مِثْلُہ فِیْ إِیْجَازِ الْکَنْزِ.

میں کہتا ہوں: لیکن امام ابویوسف نے نقد کو حکم بنایا کیوں کہ وہ نیت کی دلیل ہے۔ "ہدایہ" میں فرمایا ابویوسف کے نزدیک نقد کو حکم بنایا جائے گا، کیوں کہ اگر وہ دونوں اتفاق کرلیں تو احتمال ہے کہ نیت حکم دینے والے کی ہو، اور جو ہم نے کہا ہے اس میں اُس کے حال کو صَلاح پر محمول کیا گیا ہے، جیسے کہ دونوں ایک دوسرے کو جھٹلانے کی صورت میں ہے، "عنایہ" میں فرمایا: (احتمال ہے) کہ اُس نے حکم دینے والے کے لیے نیت کی ہو اور پھر بھُول گیا ہو (اور جو ہم نے کہا اُس میں) اس سے مراد نقد کو حکم بنانا ہے (اس کے حال کو صلاح پر محمول کرنا ہے) کیوں کہ جب ادائیگی موکل کے مال سے ہو اور خریدنا اس کے لیے ہو تو یہ غصب ہوگا (جیسے کہ ایک دوسرے کو جھٹلانے کی صورت میں ہے) اھ۔ تو معلوم ہوا کہ نقد کو حکم بنانا نیت کے اعتبار میں داخل ہے اور کنز کے ایجاز (اختصار) میں ایسی بات عجیب نہیں ہے۔ (ت)

بالجملہ قولِ سوم خلافِ اصول و مخالفِ منقول ہے اور قولِ اول میں حرج بشدّت اور دوم کہ نص محرر المذہب سے ماثور (منقول) مؤید بعرف وکتاب وسنت لہٰذا فقیر اُسی کے اختیار میں اپنے رب عزوجل سے استخارہ کرتا ہے وباللہ التوفیق تو ثابت ہوا کہ: احکام مذکورہ صور استیلا میں نسبت اُبُوَّتُ وَ بُنُوَّتُ سے کوئی تغیر نہیں آتا، جب یہ اصل بعونہ تعالیٰ مُمَہَّد[2] ہولی۔ واضح ہوا کہ: نابالغ کا بھرا ہوا پانی ایک نہیں بہت سے پانی ہیں جن کا سلسلۂ شمار یوں ہے:

(۳۲) وہ پانی کہ نابالغ نے آب مملوک مباح سے لیا۔

---

(۱) عنایۃ مع فتح القدیر/وکالۃ بالبیع والشراء/ج۷/ص۴۶ (۱۲منہ)

(۲) ممہد: جس کی تمہید بیان کردی گئی ہو۔

(۳۳)وہ کہ مملوک غیر مباح سے بے اجازت لیا۔

(۳۴)وہ کہ اس سے باجازت لیامگر مالک نے اسے ہبہ نہ کیاصرف بطورِ اباحت دیا۔

(۳۵)نابالغ خدمت گار نے آقا کے لیے نوکری کے وقت میں بھرا۔

(۳۶)خاص پانی ہی بھرنے پر اُس کا اجیر بتعیین وقت تھا اُسی وقت میں بھرا۔

(۳۷)مستاجر نے پانی خاص معین کر دیا تھا مثلاً اس حوض یا تالاب کا کل پانی۔

اقول: اور یہ تعیین نہ ہوگا کہ اس حوض یا کنویں سے دس مشکیں کہ دس مشک باقی سے جدا نہیں جس کی تعیین ہوسکے۔

(۳۸)اس نے باذنِ ولی یہ مزدوری کی اور کہتا ہے کہ: یہ پانی مستاجر کے لیے بھرا۔

(۳۹)اسی صورت میں اگرچہ زبان سے نہ کہا مگر اُس کے برتن میں بھرا۔

(۴۰) نابالغ کسی کا مملوک ہے ان نو صورتوں میں وہ نابالغ اُس پانی کا مالک ہی نہ ہوا پہلی تین صورتوں میں مالکِ آب کا ہے پھر ۳۵ سے ۳۹ تک پانچ صورتوں میں مستاجر کا۔ اخیر میں اگر باذنِ مولیٰ کسی کے لیے اجارہ پر بھرا اور وہی صورتیں ملک مستاجر کی پائی گئیں تو پانی مستاجر کا ورنہ بہرحال اس کے مولیٰ کا یہاں تک کہ خاص اپنے لیے جو بھرا ہو وہ بھی مولیٰ ہی کی مِلک ہوگا۔ یہ پانی جس جس کی مِلک ہو اُسے تو جائز ہی ہیں اُس کی اجازت سے ہر شخص کو جائز ہیں جب کہ وہ عاقل بالغ مختار اجازت ہو بلکہ بحالِ انبساط اجازت لینے کی بھی حاجت نہیں مثلاً کسی کے نابالغ نوکر اجیر یا غلام نے پانی بھرا اس کے بھائی یا دوست جو اس کے ایسے مال میں تصرف کرتے اور وہ پسند رکھتا ہے اُس سے بے پُوچھے بھی نابالغ مذکور کا بھرا ہوا پانی اُس سے لے کر اپنے صرف میں لاسکتے بلکہ غلام سے مطلقاً اور اُس کے نوکر سے وقت نوکری میں بھروا سکتے ہیں کہ بہرحال اُس دوست کی مِلک میں تصرف ہے نہ نابالغ کی۔

(۴۱)نابالغ حُر کو مالکِ آب نے پانی تملیکاً دیا۔

(۴۲)حُر غیر اجیر نے آبِ مُباح غیر مملوک سے اپنے لیے بھرا۔

(۴۳)دوسرے کے لیے بطور خود۔

(۴۴)اُس کی فرمائش سے بلا معاوضہ۔

(۴۵)اجیر کے آقا کے کہنے سے بھرا اگر اس کے یہاں کسی اور خاص کام کے لیے نوکر تھا جس میں پانی بھرنا داخل تھا۔

(۴۶)داخل تھا جیسے خدمت گاری مگر نوکری کے وقتِ مقرر سے باہر بھروایا۔

(۴۷)خاص پانی ہی بھرنے پر اسے اجیر کیا نہ وقت مقرر ہوا نہ پانی معین نہ یہ مقرر کہ اُس کے لیے بھرا نہ اُس کا برتن تھا جس میں بھرا۔

(۴۸)وقت مقرر ہوا اور اُس سے باہر یہ کام لیا ان آٹھ صورتوں میں وہ پانی اُس نابالغ کی مِلک ہے اور اُس میں غیر والدین کو تصرف مطلقاً حرام حقیقی بھائی اُس پانی سے نہ پی سکتا ہے نہ وضو کر سکتا ہے ہاں طہارت ہوجائے گی اور ناجائز تصرف کا گناہ اور اُتنے پانی کا اس پر تاوان رہے گا مگر یہ کہ اس کے ولی سے یا بچّہ ماذون ہو جس کے ولی نے اسے خرید فروخت کا اِذن دیا ہے تو خود اس سے پُورے داموں خرید لے ورنہ مفت یا غبن فاحش[1] کے ساتھ نابالغ کی مِلک دوسرے کو نہ خود وہ دے سکتا ہے نہ اُس کا ولی۔ رہے والدین وہ بحالت حاجت مطلقاً اور بے حاجت حسبِ روایت امام محمد اُن کو جائز ہے کہ اُس سے بھروائیں اور اپنے صرف میں لائیں باقی صورتوں میں اُن کو بھی روا نہیں مگر وہی بعد شرا۔

تنبیہ ۱: یہاں سے اُستاد سبق لیں۔ معلموں کی عادت ہے کہ: بچّے جو اُن کے پاس پڑھنے یا کام سیکھنے آتے ہیں اُن سے خدمت لیتے ہیں یہ بات باپ دادا یا وصی کی اجازت سے جائز ہے جہاں تک معروف ہے اور اس سے بچّے کے ضرر کا اندیشہ نہیں مگر نہ اُن سے پانی بھرواکر استعمال کر سکتے ہیں نہ اُن کا بھرا ہوا پانی لے سکتے ہیں۔

اَقُوْلُ: وَعُرْفُهُمُ الْحَادِثُ عَلٰى خِلَافِ الشَّرْعِ لَا يُعْبَأُ بِهٖ فَإِنَّهٗ لَمْ يَكُنْ فِيْمَنْ مَضٰى مِنْ أَهْلِ الْخَيْرِ وَمَرَّ الْإِمَامُ الْكِسَائِي رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى عَلٰى سِكَّةٍ عَطْشَانَ فَاسْتَسْقٰى مِنْ بَعْضِ بُيُوْتِهَا ثُمَّ تَذَكَّرَ

[1] غبنِ فاحش: کھلا ہوا نقصان۔

أَنَّهُ أَقْرَأَ بَعْضَ أَهْلِهَا فَمَرَّوَلَمْ يَشْرَبْ.

اقول: اور ان کی نئی اصطلاح جو شریعت کے برخلاف ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں یہ اصطلاح سلف صالحین کے زمانہ میں نہ تھی۔ ایک مرتبہ امام کسائی کا گزر ایک گلی سے ہوا آپ پیاسے تھے تو ایک گھر سے پانی طلب کیا، پھر انہیں یاد آیا کہ: انھوں نے اس گھر کے کچھ لوگوں کو پڑھایا ہے، چنانچہ آپ نے پانی واپس کر دیا اور پیاسے ہی وہاں سے گزر گئے۔ (ت)

تنبیہ ۲: کنویں کا پانی جب تک کنویں سے باہر نہ نکال لیا جائے کسی کی مِلک نہیں ہوتا۔ فَإِنَّ سَبَبَ الْمِلْكِ الْإِحْرَازُ وَلَا إِحْرَازَ إِلَّا بَعْدَ التَّنْحِيَّةِ عَنْ رَأْسِ الْبِئْرِ [1] (سببِ مِلک اِحراز [2] ہے اور احراز پانی کو کنویں کی منڈیر سے الگ کرنے کے بعد ہوتا ہے۔ ت) تو استاد جسے بچّے سے خدمت لینے کا اختیار ہے یہ کر سکتا ہے کہ: پانی بچّے سے بھروائے یہاں تک کہ ڈول کنویں کے لب تک آئے اُس کے بعد خود اسے نکال لے کہ یہ پانی بچّے کی مِلک نہ ہوگا بلکہ خود اُس کی۔

فِي الْهِنْدِيَّةِ عَنِ الْقِنْيَةِ: وَالسَّاقِيْ مِنَ الْبِئْرِ لَا يَمْلِكُ بِنَفْسِ مِلَاءِ الدَّلْوِ حَتّٰى يَنْحِيَهُ عَنْ رَأْسِ الْبِئْرِ. [3] اھ. وَفِي رَدِّالْمُحْتَارِ: لَوْ أَحْرَزَهُ فِي جَرَّةٍ أَوْ جَبٍّ أَوْحَوْضِ مَسْجِدٍ مِنَ نُحَاسٍ أَوْ صَفْرٍ أَوْ جَصٍّ وَانْقَطَعَ جَرْيَانُ الْمَاءِ فَإِنَّهُ يَمْلِكُهُ وَإِنَّمَا عَبَّرَ بِالْإِحْرَازِ لَا الْأَخْذِ إِشَارَةً إِلٰى أَنَّهُ لَوْمَلَأَ الدَّلْوَ مِنَ الْبِئْرِ وَلَمْ يُبْعِدْهُ عَنْ رَأْسِهَا لَمْ يَمْلِكْهُ عِنْدَ الشَّيْخَيْنِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِذِ الْإِحْرَازُ: جَعْلُ الشَّيْءِ فِي مَوْضَعٍ حَصِيْنٍ. [4] اھ.

ہندیہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ: جو شخص کنویں سے پانی بھرتا ہے وہ محض ڈول کے

---

(۱) اس کی تحقیق نمبر ۱۰۲ میں گزری۔ (۱۲ منہ)
(۲) احراز: حاصل کر لینا، محفوظ کر لینا۔
(۳) فتاویٰ ہندیۃ/الباب الأول من کتاب الشرب/ج۵/ص۳۹۱ (۱۲ منہ)
(۴) ردالمحتار/فصل فی الشرب/ج۵/ص۳۱۱ (۱۲ منہ)

بھرنے سے پانی کا مالک نہیں ہوجائے گا، اُس وقت مالک ہوگا جب اُس پانی کو کنویں کی منڈیر سے الگ کرکے رکھ دے اھ ۔ اور "ردالمحتار" میں ہے: اگر کسی نے ٹھلیا، مٹکے یا مسجد کے حوض میں پانی جمع کیا، یہ حوض تانبے، پیتل یا گچ کا ہو، اور اس طرح پانی کا بہنا بند ہوگیا ہو تو وہ اس کا مالک ہوجائے گا، انہوں نے اس کو اِحراز سے تعبیر کیا، اخذ سے نہیں۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ: اگر ڈول کنویں سے بھرا مگر وہاں سے ہٹایا نہیں تو شیخین کے نزدیک وہ اس کا مالک نہ ہوگا کیوں کہ "اِحراز" کے معنیٰ: کسی چیز کو محفوظ جگہ پر رکھنے کے ہیں اھ۔(ت)

أَقُوْلُ: فَإِذًا لَمْ يَمْلِكْهُ كَانَ بَاقِيًا عَلٰى إِبَاحَتِهِ فَالَّذِيْ نَحَاهُ هُوَ الَّذِيْ أَحْرَزَ الْمُبَاح فَيَمْلِكُهُ اھ.

میں کہتا ہوں: جب یہ شخص اس طرح اس کا مالک نہ ہوا تو پانی اپنی اباحت پر ہی باقی رہا، تو جس نے اس کو کنویں سے ایک طرف ہٹا کے رکھا اس نے اس کو محفوظ کیا تو وہی اس کا مالک ہوا۔(ت)

تنبیہ ۳: بہشتیوں[1] کے بچّے اکثر کنویں پر پانی بھرتے ہیں لوگوں کی عادت ہے کہ: ان سے وضو یا پینے کو لے لیتے ہیں یہ حرام ہے اور عوام کو اس میں ابتلائے عام ہے ولا حول ولا قوة إلّا بالله العلی العظیم.

اقول: مگر یہاں ایک دقیقہ ہے یہ بچّے داموں پر پانی بھرتے ہیں اور کہیں مشکیں مقرر ہوتی ہیں کہیں گھر کے برتن معین یہ شخص جس نے نابالغ بہشتی سے پانی لیا اگر وہ اس کے یہاں نہیں بھرتا تو اسے مطلقاً جائز نہیں۔ اور اگر بھرتا ہے مگر یہ مشک جسے وہ بھر رہا تھا اور اُس کے ڈول سے پانی اس نے لیا دوسرے کے یہاں لے جائے گا تو ناجائز ہے۔ اور اگر اسی کے یہاں لے جانے کو ہے مگر قرار داد برتنوں کا بھرنا ہے اور وہ پورے بھر دیے جائیں گے تو ناجائز ہے کہ یہ پانی اُس سے زائد ہے، یوں ہی اگر مشکوں کا قرار داد ہے اور یہ مشک بھی اُس سے پُوری لی تو ناجائز ہے، ہاں اگر یہ مشک اتنی خالی لی تو ایسا ہوا کہ اتنا پانی

(۱) بہشتیوں: مشک سے پانی پلانے وغیرہ کی خدمت انجام دینے والوں۔

گھر پر نہ پہنچوایا یہیں لے لیا، یا برتنوں کا قرارداد ہے اور اتنا خالی رکھنے کو کہہ دیا، یا جس دوسرے کے یہاں یہ مشک لے جاتا ہے اُس سے اس قدر پانی کی اجازت لے لی اور اُس نے مشک یا برتن اتنے خالی رکھوائے تو جائز ہونا چاہیے کہ اگرچہ پانی ابھی سقّا[1] ہی کی مِلک تھا جب برتنوں میں ڈالے گا اُس وقت اس کی بیع ہوگی اور جس کے یہاں بھرا گیا اُس کی مِلک ہوگا یہ اس لیے کہ بہشتی اجیر مشترک ہیں نہ اُن کا وقت معین ہوتا ہے نہ اتنا پانی قابل تعین ہے اور اپنے ڈول سے بھرتے ہیں اور جب تک مشک کہیں ڈال نہ دیں پانی اپنا ہی جانتے ہیں اُس میں جو چاہیں تصرف کرتے ہیں لہٰذا اُس وقت تک پانی اُنہی کا ہوتا ہے مگر مقصود اس مول لینے والا کا قبضہ ہے اور اس کی اجازت سے جو تصرف ہو وہ اسی کا قبضہ ہے اگر دس مشکیں اس کے یہاں ٹھہری ہوئی ہیں اور وہ کہے کہ: اُن میں سے دو کا چھڑکاؤ یہیں سڑک پر کر دو ضرور بیع صحیح ہوجائے گی۔ اسی طرح اگر اس میں سے ایک لوٹا، یا جس قدر چاہا زید کو دلوا دیا، هٰذَا مَاظَهَرَلِي وَاللہ تعالیٰ أعلم.(ت)

تنبیہ ۴ : معتوہ بوہرا جس کی عقل ٹھیک نہ ہو تدبیر مختل ہو کبھی عاقلوں کی سی بات کرے کبھی پاگلوں کی مگر مجنون کی طرح لوگوں کو محض بے وجہ مار تا گالیاں دیتا اینٹیں پھینکتا نہ ہو وہ تمام احکام میں صبی عاقل کی مثل ہے تو یہ سب احکام بھی اُس میں یوں ہی جاری ہوں گے۔

اقول: مگر غنی ماں باپ کا اُس کے بھرے ہوئے سے انتفاع امام محمد سے دربارۂ صبی[2] مروی اور اُس کا مبنی عرف وعادت اور معتوہ میں اس کی عادت ثابت نہیں اور منع میں بوجہِ ندرتِ عتہ[3] لزومِ حرج نہیں تو یہاں ظاہراً قولِ اول ہی مختار ہونا چاہیے واللہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم.

فائدہ: یہاں تک وہ پانی تھے جن میں اُن کا غیر نہ مِلا آگے خلطِ غیر کی صورتیں ہیں۔

---

(۱) سقّا: پانی پلانے وغیرہ کی خدمت انجام دینے والا۔

(۲) دربارۂ صبی: بچے کے بارے میں۔

(۳) بوجہِ ندرت: کم پائے جانے کی وجہ سے۔ عتہ: کم عقل ہونا، مدہوش ہونا۔

(۴۹ تا ۶۵) کتبِ کثیرہ معتمدہ میں تصریح ہے کہ: اگر نابالغ نے حوض میں سے ایک کوزہ بھرا اور اس میں سے کُچھ پانی پھر اُس حوض میں ڈال دیا اب اُس کا استعمال کرنا کسی کو حلال نہ رہا۔

فِیْ "ش" عَنْ "ط" عَنِ الْحَمْوِیْ عَنِ الدِّرَایَةِ عَنِ الذَّخِیْرَةِ وَالْمُنْیَةِ وَفِیْ غَمْزِ الْعُیُوْنِ عَنْ شَرْحِ الْمَجْمَعِ لِإِبْنِ اَلْمَلِكِ عَنِ الذَّخِیْرَةِ وَفِی الْأَشْبَاهِ مِنْ أَحْكَامِ الصِّبْیَانِ وَفِی الْحَدِیْقَةِ النَّدِیَّةِ عَنِ الْأَشْبَاهِ فِی النَّوْعِ الْعِشْرِیْنَ مِنْ اٰفَاتِ اللِّسَانِ وَفِیْ غَیْرِهَا مِنَ الْكُتُبِ الْحِسَانِ: عَبْدٌ أَوْصَبِیٌّ أَوْ أَمَةٌ مَلَأَ الْكُوْزَ مِنْ مَاءِ الْحَوْضِ وَأَرَاقَ بَعْضَهُ فِیْهِ لَایَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ یَشْرَبَ مِنْ ذٰلِكَ الْحَوْضِ لِأَنَّ الْمَاءَ الَّذِیْ فِی الْحَوْضِ یَصِیْرُ مِلْكًا لِلْاٰخِذِ فَإِذَا اخْتَلَطَ بِالْمَاءِ الْمُبَاحِ وَلَا یُمْكِنُ التَّمْیِیْزُ لَایَحِلُّ شُرْبُهٗ (ردالمحتار/فصل فی الشرب/ج۵/ص۲)

"ش" میں "ط" سے حموی سے "درایہ" سے "ذخیرہ" سے اور "منیہ" سے ہے اور "غمز العیون" میں شرح مجمع سے (یہ ابن ملک کی کتاب ہے) ذخیرہ سے ہے، اور "اشباہ" میں (احکام الصبیان میں) اور "حدیقہ ندیہ" میں "اشباہ" (آفات اللسان کی بیسویں نوع میں) اور دوسری کتب میں ہے: کسی غلام یا بچّے یا باندی نے حوض کے پانی سے لوٹا بھرا پھر اس میں سے کچھ اُسی کے اندر انڈیل دیا تو اب کسی کے لیے جائز نہیں کہ اِس حوض سے پانی پیے کیوں کہ حوض کا پانی لینے والے کی ملک ہوجاتا ہے تو جب یہ ملک مباح سے مل گیا اور اس میں تمییز ممکن نہیں تو اس کا پینا حلال نہ ہوگا۔ (ت)[1]

---

(۱) حکم کی شدت نے اس مسئلہ کو مشکل بنا دیا ہے کیوں کہ عوام وخواص کے ابتلا کی وجہ سے یہ حکم موجب حرج اور تنگی ہے جب کہ ابتلائے عوام داعی یسر و آسانی ہے اللہ تعالیٰ بے حساب رحمتیں نازل فرمائے فقہائے کرام پر جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت فرمائی اور ایسے پیچیدہ اور مشکل مسائل کو حل فرمایا جس سے عوام الناس کے لیے آسانی اور سہولت کی راہ ہموار ہوئی چناں چہ امام احمد رضا بریلوی (مصنف) نے اس مسئلہ کی شدّت کو محسوس فرمایا اور انہوں نے فقہائے احناف کے اقوال کی روشنی میں اس کا حل صفحہ ۷ ۵۳ پر خود بیان فرمایا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے: (اگلے صفحے پر)

علامہ طحطاوی وعلامہ شامی نے اسے نقل کر کے فرمایا: اس حکم میں حرجِ عظیم ہے۔

اقول: یہاں بہت استثنا و تنبیہات ہیں:

اول: مراد آبِ مُباح غیر مملوک ہے تو حکم نہ ہر حوض کو شامل نہ حوض سے خاص بلکہ کنوؤں کو بالعموم حاوی[1] ہے کہ کُنواں اگرچہ مملوک ہو مگر اس کا پانی مملوک نہیں کما تَقَدَّمَ تحقیقہٗ (جیسا کہ اس کی تحقیق گزر چکی ہے۔ت) اور وہ حوض جس کا پانی مملوک ہے اُس کا مالک اگر عاقل بالغ ہے تو بچّہ ہزار بار اس میں سے پانی بھر کر اس میں پلٹ دے کچھ حرج نہ آئے گا کہ مال جس کا تناول اس کے مالک نے مباح کیا ہو بعدِ اخذ تصرف بھی مِلکِ مالک سے خارج نہیں ہوتا یہاں تک کہ دعوت کا کھانا کھاتے وقت بھی میزبان ہی کی مِلک پر کھایا جاتا ہے تو بچہ اس پانی کا مالک ہی نہ ہوگا اصل مالک کی ملک پر رہے گا اور ڈال دینے سے اُسی کی ملک میں جائے گا۔

(بقیہ) "مسئلہ" مذکورہ اگرچہ جنابت وطہارت کا نہیں بلکہ اس کا تعلق حظر واباحت سے ہے، تاہم پاک پانی میں نجس پانی کے اختلاط کے مسئلہ میں فقہائے احناف کے بیان کردہ قواعد کی روشنی میں اس کو حل کیا جاسکتا ہے عراقی فقہا نے پاک پانی میں نجس پانی گرنے سے متعلق فرمایا کہ: بڑے حوض کے کثیر پانی میں جس جگہ نجس پانی گرا ہو اس جگہ کو چھوڑ کر باقی حوض سے وضو جائز ہے کیوں کہ باقی جگہوں تک نجاست کا پہنچنا مشکوک ہے لہٰذا شک کی بنا پر باقی پانی کی طہارت زائل نہ ہوگی جب کہ جمہور فقہا نے ایسی صورت میں تمام حوض حتّٰی کہ جس جگہ نجاست گری ہے اس جگہ پر بھی وضو کو جائز فرمایا کیوں کہ پانی طبعی طور پر سیّال ہے اور ہواؤں وغیرہ کی تحریک کی وجہ سے پانی ایک جگہ ساکن نہیں رہتا لہٰذا حوض کے باقی حصّوں میں نجاست پہنچنے نہ پہنچنے کے احتمال کی وجہ سے باقی بلکہ تمام پانی کو بالیقین نجس نہیں کہہ سکتے لہٰذا نجاست کا یقین زائل ہوجانے پر پانی کا اصل حکم یعنی طہارت باقی رہے گا اس طرح حوض کے ہر حصہ کے پانی کو پاک قرار دیا جائے گا، عراقی یا جمہور فقہائے کرام کے ضابطہ پر نابالغ بچّے کی ملکیت پانی کو قیاس کرتے ہوئے مذکورہ مشکل مسئلہ کا حل واضح ہوجاتا ہے، عراقی ضابطہ کے پیشِ نظر جہاں نابالغ بچّے کا پانی گرا اُس جگہ کو چھوڑ کر باقی تمام پانی کا استعمال مباح ہوگا جب کہ جمہور فقہا کے ضابطہ کے تحت نابالغ کے پانی گرنے کی جگہ سمیت تمام پانی مباح ہوگا مصنّف کی اصل عبارت میں تفصیل موجود ہے۔[عبدالستار سعیدی]

(۱) بالعموم حاوی: عام طور پر شامل۔

دوم: ہماری تحقیقاتِ بالا سے واضح ہوا کہ: ہر مباح بھی مطلقاً آخذ کی ملک نہیں ہوجاتا تو پانی کو مباح و مملوک کو شامل لے کر وہی سترہ (۱۷) صورتیں یہاں بھی پیدا ہوں گی جو نابالغ کے بھرے ہوئے پانی میں گزریں نو (۹) صورتوں میں وہ پانی اُس بھرنے والے کی مِلک نہ ہوگا بلکہ اصل مالکِ آب یا مستاجر یا مولیٰ کی مِلک ہوگا وہ اگر عاقل یا بالغ نہیں تو البتہ یہی دِقّت عود کرے گی ورنہ اُس عاقل بالغ کی اجازت پر توقف رہے گا۔

سوم: صبی کی خصوصیت نہیں معتوہ بھی اسی کے حکم میں ہے کَمَا تَقَدَّمَ۔

چہارم: جس طرح کلامِ علما میں پینے کا ذکر مثال ہے مراد کسی قسم کا استعمال ہے، اسی طرح کچھ یہی شرط نہیں کہ حوض یا کنویں سے پانی لے کر ہی ان میں ڈالے یا جس حوض یا چاہ[1] سے لیا اس میں واپس دے یا وہ نابالغ ہی اپنے ہاتھ سے ڈالے بلکہ مقصود اُسی قدر ہے کہ مال مباح میں نابالغ کی ملک کا اس طرح مل جانا کہ جُدا نہ ہوسکے تو اگر صبی کی مِلک کا پانی اُس کے گھر سے لا کر کسی شخص اگرچہ خواہ اُس کے ولی نے کسی کنویں یا مباح حوض میں ڈال دیا اس کا استعمال تابقائے آبِ مذکور ناجائز ہوگیا۔

پنجم: ظاہر ہے کہ یہ عدم جواز اوروں کے حق میں بوجہِ اختلاط ملکِ صبی[2] ہے خود صبی استعمال کرسکتا ہے کہ وہ نہیں مگر اس کی ملک یا مباح۔

ششم: اُس کے ماں باپ بھی بشرط حاجت بالاتفاق اور بلا حاجت روایت امام محمد پر استعمال کرسکتے ہیں تو لَا یَحِلُّ لِأَحَدٍ (کسی کے لیے جائز نہیں۔ ت) عام مخصوص ہے۔

ہفتم: اگر وہ کنواں یا حوض ترک کردیں اور صبی بلوغ کو پہنچے اور اُس وقت اس پانی کو مباح کردے تو اب کوئی مانع نہیں۔

ہشتم: اگر وہ صبی انتقال کرجائے اس کے سب ورثہ عاقل بالغ ہوں تو اب ان کی اجازت پر دِقّت نہ رہے گی۔ اور اگر ایک ہی وارث ہے تو اسے خود حلال خالص ہے کسی کی اجازت کی بھی حاجت نہیں۔

---

(۱) چاہ: کنواں۔

(۲) بوجہِ اختلاط ملکِ صبی: بچے کی ملکیت مل جانے کی وجہ سے۔

نہم: اگر وہ پانی کہ صبی کی ملک سے اُس میں مخلوط ہوا باقی نہ رہے تو اب سب کو مباح ہوجائے گا کہ مانع زائل ہوگیا۔

دہم: مسئلۂ سابقہ یعنی نابالغ کے بھرے ہوئے پانی میں جو ایک صورت جواز اُس سے [1] اگر ماذون ہو ورنہ اُس کے دل سے خرید لینے کی تھی یہاں جاری نہیں ہوسکتی کہ مِلکِ صبی کا پانی جب اُس آبِ مباح میں مل گیا قابلِ بیع نہ رہا کہ مقدور التسلیم نہیں۔

یاز دہم: آبِ مباح کی ضرورت بھی اُس حالت میں ہے کہ بچّہ کا اُس میں سے بھر کر اُس میں ڈال دینا لیں کہ مباح پر ملک یوں ہی ہوگی ورنہ مِلک نابالغ کا پانی اگر کسی کے مملوک پانی میں مل جائے گا تو اُس کا استعمال بھی حرام ہوجائے گا حتی کہ اُس مالکِ آب کو۔

دواز دہم: ایک یا دونوں طرف کچھ پانی کی خصوصیت نہیں بلکہ کسی کے مملوک پانی میں بچے کی مِلک کا عرق یا دودھ یا کسی کے مملوک عرق یا دُودھ میں بچّے کی ملک کا پانی یا چاول میں چاول گیہوں میں گیہوں مل جائیں جب بھی یہی حکم ہے کہ اس میں تصرف خود مالک کو بھی حرام ہوگیا، تو مسئلہ کی تصویریوں ہونی چاہیے کہ: اگر کسی شے مباح یا مملوک میں کسی غیر مکلف کی مِلک اس طرح خلط ہوجائے کہ تمیز ناممکن ہو اگرچہ یوں ہی کہ مثلاً مباح غیر مملوک پانی سے صبی یا معتوہ حر غیر اجیر نے بھرا اور اگر وہ کنواں ہے تو اُس سے بھر کر باہر نکال لیا اور اگر اجیر ہے تو نہ وقت معین نہ وہ مباح معین نہ یہ مستاجر کے لیے لینے کا مُقِر نہ اُس کے ظرف میں لیا پھر ان صورتوں میں اُس کا کوئی حصّہ اُس میں کسی نے ڈال دیا یا پڑ گیا تو جب تک اُس غیر مکلّف کی مِلک اُس مباح یا مملوک میں باقی ہے اور وہ غیر مکلف ہے اور مِلک اُس سے منتقل نہ ہوگئی اُس وقت اُس غیر مکلّف یا بحالِ حاجت خواہ ایک روایت پر پانی میں مطلقاً اُس کے ماں باپ کے سوا کسی کو اُس میں تصرف حلال نہیں۔

سیز دہم: حَدِيْثُ الْعَبْدِ وَالْأَمَةِ رَدَّهُ "ش" بِأَنَّ الْعَبْدَ لَايَمْلِكُ وَإِنْ مَلَكَ فَيَكُوْنُ لِمَالِكِهِ لِأَنَّهُ مَالِكُ أَكْسَابِهِ.اھ

(ردالمحتار/فصل فی الشرب/ج۵/ص۳۱۲)

---

(۱) خرید لینے اگر ماذون ہو۔

سیزدہم: غلام اور باندی کے مسئلہ کو "ش" نے یہ کہہ کر رد کیا ہے کہ: غلام پانی کا مالک نہیں بنے گا اور اگر مالک ہوگا بھی تو وہ پانی اُس کے مالک کی ملکیت میں آجائے گا کیوں کہ اس کی تمام کمائی کا مالک اُس کا مالک ہی ہے۔ (ت)

أَقُولُ: مَاكَانُوا لِيَذْهَلُوْا عَنْ مِثْلِ هٰذَا وَإِنَّمَا الْقَصْدُ إِبَانَةُ الْفَرْقِ بَيْنَ الْحُرِّ الْعَاقِلِ الْبَالِغِ وَبَيْنَ الصَّبِيِّ وَالْمَعْتُوهِ وَالرَّقِيْقِ فَإِنَّ الْأَوَّلَ إِذَا مَلَأَ مَلَكَ فَإِذَا صَبَّ أَبَاحَ وَهٰؤُلَاءِ لَايَمْلِكُوْنَ الْإِبَاحَةَ فَلَا يَحِلُّ بِصَبِّهِمْ وَلَيْسَ الْمُرَادُ تَأْبِيْدُ التَّحْرِيْمِ بَلْ إِلٰى أَنْ تَلْحَقَ الْإِجَازَةُ مِمَّنْ هِيَ لَهُ فَفِيْ الصَّبِيِّ أَوِالْمَعْتُوْهِ حَتّٰى يَبْلُغَ أَوْيَعْقَلَ فَيُجِيْزُ وَفِي الرَّقِيْقِ حَتّٰى يُجِيْزَ الْمَالِكُ الْمُكَلَّفُ الْحَاضِرُ حَالًا أَوْ مَآلًا أَوْ يَبْلُغَ الْغَائِبُ أَوْيَبْلُغَ الصَّبِيُّ أَوْ يُفِيْقَ الْمَعْتُوْهُ فَيُجِيْزُوْا.

میں کہتا ہوں: فقہا سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی ہے کہ اتنی معمولی سی بات اُن کے ذہن میں نہ آئی ہو، دراصل ان کا مقصود آزاد عاقل بالغ اور بچہ، بے وقوف اور غلام کے درمیان فرق کو ظاہر کرنا ہے، کیوں کہ آزاد شخص جب پانی بھرے گا تو مالک ہوجائے گا اور جب بہائے گا تو مباح کردے گا، اور یہ لوگ اباحت کا حق نہیں رکھتے ہیں، لہٰذا پانی ان کے انڈیل دینے سے مباح نہ ہوگا اور مراد یہ نہیں کہ: حرمت ہمیشہ رہے گی، بلکہ یہ اس وقت تک ہے جب تک کہ اس کا مالک اجازت نہ دے دے، چنانچہ بچہ اور بے وقوف کی صورت میں بلوغ یا عقل کی درستی کے بعد اجازت دینے سے اس کا پینا حلال ہو جائے گا اور غلام کی صورت میں اس کے آقا کی اجازت سے جو مکلف حاضر ہو فی الحال یا فی المآل[1]، یا غائب پہنچ جائے یا بچہ بالغ ہوجائے یا بے وقوف عاقل ہوجائے، اور وہ اجازت دے دیں۔ (ت)

چاردہم: عَدَّ "ش" مِنْ إِشْكَالَاتِهٖ أَنَّهُ لَمْ يُبَيِّنِ مَتٰى يَحِلُّ الشُّرْبُ مِنْهُ.اھ. وَأَشَرْتُ إِلٰى جَوَابِهٖ بِقَوْلِيْ: مَابَقِيَ فِيْهِ ذٰلِكَ الْمَاءُ لِأَنَّ

(۱) فی المآل: بعد میں۔

الْمَنَعَ لِأَجلِهِ فَإِذَا ذَهَبَ ذَهَبَ.

چہار دہم: "ش" نے اس پر یہ اشکال محسوس کیا ہے کہ انہوں نے یہ بیان نہیں کیا کہ اس کا پینا کب حلال ہوگا اھ۔ میں نے اس کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ: جب تک اس میں یہ پانی باقی ہے کیوں کہ حرمت اسی کی وجہ سے ہے جب یہ ختم ہوجائے گا تو حرمت بھی ختم ہوجائے گی۔(ت)

پانزدہم: قَالَ وَهَلْ ثَمَّ فَرْقٌ بَيْنَ الْحَوْضِ الْجَارِیْ أَوْمَافِیْ حُكْمِهٖ وَبَيْنَ غَيْرِهٖ.اھ . (ردالمحتار/فصل فی الشرب/ج۵/ص۳۱۲)

پندرھواں: کیا حوض جاری اور جو اس کے حکم میں ہے اس میں اور دوسرے پانیوں میں اس سلسلہ میں فرق ہے؟(ت)

أَقُوْلُ: تَعْبِيْرُهُمْ بِالْحَوْضِ ظَاهِرٌ فِی رُكُوْدِهٖ فَإِنَّ الْجَارِیَ يُسَمّٰى نَهْرًا لَاحَوْضًا وَالْإِطْلَاقُ يَشْمَلُ الصَّغِيْرَ وَالْكَبِيْرَ وَهُوَ الْوَجْهُ فَإِنَّ الْمَاءَ الْجَارِیَ يُذْهِبُ ذٰلِكَ الْمَاءَ يَقِيْنًا فَيَزُوْلُ السَّبَبُ وَلَا كَذٰلِكَ الرَّاكِدُ.

میں کہتا ہوں: فقہا کا حوض سے تعبیر کرنا اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ اُن کی مراد ٹھہرا ہوا پانی ہے کیوں کہ جاری پانی کو نہر کہا جاتا ہے حوض نہیں کہتے ہیں اور اطلاق چھوٹے بڑے دونوں کو شامل ہے اور یہی معقول وجہ ہے کیوں کہ جاری پانی اِس پانی کو جو پھینکا گیا ہے بہا لے جائے گا، توسبب حُرمت زائل ہو جائے گا اور ٹھہرے ہوئے پانی کی یہ صورت نہیں۔(ت)

شانزدہم: قَالَ: وَيَنْبَغِیْ أَنْ يُعْتَبَرَ غَلَبَةُ الظَّنِّ بِأَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِمَّا أُرِيْقَ فِيْهِ شَیْئٌ مِنْهُ بِسَبَبِ الْجَرَيَانِ أَوِ النَّزْحِ وَ إِلَّا يَلْزَمُ هِجْرُ الْحَوْضِ وَعَدْمُ الْإِنْتِفَاعِ بِهٖ أَصْلًا.اھ(ردالمحتار/فصل فی الشرب/ج۵/ص۳۱۲)

سولھواں: فرمایا: غلبۂ ظن کا اعتبار بھی کیا جانا چاہیے یعنی یہ کہ پانی کے جاری رہنے یا اُس میں سے پانی کے نکالے جانے کے باعث جو پانی کہ اس میں ڈالا گیا تھا اُس میں سے کچھ بھی باقی نہ رہا، ورنہ تو پھر حوض کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خیرباد کہنا پڑے گا۔(ت)

أَقُوْلُ: لَايَنْبَغِی الشَّكُّ فِی الْجَوَازِ بَعْدَ النَّزْحِ لِمَا سَيَأْتِی إِنَّمَا

الشَّأنُ فِی جَوَازِ النَّزْحِ وَکَیْفَ یَحِلُّ مَعَ أَنَّ فِیْهِ إِضَاعَةَ مِلْكِ الصَّبِیِّ إِنْ صَبَّ فِی الْأَرْضِ أَوِ الْإِنْتِفَاعَ بِهِ إِنْ سَقٰی بِهِ نَحْوَ زَرْعٍ أَوْبُسْتَانٍ وَکَذٰلِكَ الْإِجْرَاءُ وَإِنْ أُبِیْحَ ذٰلِكَ الْاٰنَ فَلِمَ لَایُبَاحُ الشُّرْبُ وَالْإِسْتِعْمَالُ مِنْ رَأْسٍ إِذْ لَیْسَ فِیْهِ فَوْقَ هٰذَا بَأْسٌ نَعَمْ إِنْ جَرٰی بِمَطَرٍ أَوْ سَیْلٍ فَذٰكَ حَلَّ مِنْ دُوْنِ إِثْمٍ.

میں کہتا ہوں: جب اس حوض کا پانی نکل جائے تو پھر جواز میں کوئی شک نہیں لیکن قابلِ غور امر یہ ہے کہ: آیا اُس تمام پانی کا نکال دینا جائز ہے؟ اس میں اشکال یہ ہے کہ: نکال کر اگر یوں ہی بہادیا جائے تو بچہ کا مال ضائع ہوجائے گا اور کسی باغ یا کھیت وغیرہ کو لگادیا جائے تو اُس سے نفع حاصل کرنا لازم آئے گا، اسی طرح جاری کرکے بہادینا بھی درست نہیں۔ اور اگر اس سے یہ تمام کام کرنا جائز ہیں تو شروع ہی سے اس کا پینا اور اس کا استعمال کرنا کیوں جائز نہیں، اُس میں اس سے زیادہ کیا حرج تھا؟ ہاں یہ صورت ہوسکتی ہے کہ بارش یا سیلاب کی وجہ سے حوض کا پانی بہ نکلا تو وہ بلاحرج حلال ہوجائے گا۔ (ت)

ہفدہم: قَالَ: وَیُمْكِنُ أَنْ یُعْتَبَرَ بِالنَّجَاسَةِ فَیَحِلُّ الشُّرْبُ مِنْ نَحْوِ الْبِئْرِ بِالنَّزْحِ وَمِنْ غَیْرِهَا بِالْجَرَیَانِ بِحَیْثُ لَوْکَانَ نَجَاسَةٌ لَحُکِمَ بِطَهَارَتِهَا فَلْیُتَأَمَّلْ. اھ (ردالمحتار/فصل فی الشرب/ج۵/ص۳۱۲)

سترھواں: فرمایا: یہ ممکن ہے کہ نجاست کا اعتبار کیا جائے، تو کنویں سے پانی نکال کر پینا جائز ہوگا، اور کنویں کے علاوہ دوسری چیزوں سے اُس پانی کے جاری ہونے کی وجہ سے پینا جائز ہو جائے گا، گویا اگر اس میں نجاست بھی ہوتی تو اس کی طہارت کا حکم دیا جاتا، فَلْیَتَأَمَّلْ اھ۔ (ت)

أَقُوْلُ: عَرَفْتَ مَافِیْهِ وَالنَّزْحُ فِی النَّجَاسَةِ مَعْدُوْلٌ بِهِ عَنْ سَنَنِ الْقِیَاسِ فَکَیْفَ یُعْتَبَرُ بِهِ وَکَأَنَّهُ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی إِلٰی هٰذِهِ الْأَبْحَاثِ أَشَارَ بِقَوْلِهٖ: فَلْیُتَأَمَّلْ.

میں کہتا ہوں: اس پر جو اعتراض ہے وہ معلوم ہوچکا ہے، اور کل پانی کا نجاست کی

صورت میں نکالنا خلافِ قیاس ہے تو اس پر آگے قیاس کس طرح ہوسکتا ہے؟ اور غالبًا انہوں نے ان ابحاث کی طرف "فلیتأمل" سے اشارہ کیا ہے (ت)

ہیژدہم: سب سے زیادہ اہم اس کا علاج ہے کہ یہ پانی قابل استعمال کیوں کر ہو سیّد طحطاوی نے تو اتنا فرمایا کہ: اس میں حرجِ عظیم ہے سیّد شامی نے جو علاج بتائے دفعِ اثم کو کافی نہیں ہوتا۔

وَأَشَارَ سَيِّدِى الْعَارِفُ بِاللّٰهِ عَبْدُالْغَنِى النَّابُلْسِىْ قُدِّسَ سِرُّهٗ، فِى الْحَدِيْقَةِ إِلٰى أَنَّ تَفْرِيْجَهٗ بِإِذْنِ الْوَلِىِّ حَيْثُ قَالَ: فِى النَّوْعِ الْعِشْرِيْنَ مِنْ اٰفَاتِ اللِّسَانِ بَعْدَ مَانَقَلَ الْمَسْأَلَةَ عَنِ الْأَشْبَاهِ وَعَلَّلَهَا بِمَا قَدَّمْنَا مَانَصَّهٗ وَظَاهِرُهٗ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ الْوَلِىُّ قَالَ: وَنَظِيْرُهٗ عَدَمُ حِلِّ الشُّرْبِ مِنْ كِيْزَانِ الصِّبْيَانِ إِلَّا بِإِذْنِ الْوَلِىِّ وَكَذٰلِكَ فِى أَكَلِ مَامَعَهُمْ إِذَا أَعْطَوْهُ لِأَحَدٍ. اھ (حدیقہ ندیہ/النوع العشرون من افات اللسان/ج۲/ص۲۶۹)

عارف باللہ سید عبدالغنی نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ اس کا حل یہ ہے کہ: اگر ولی اجازت دے تو جائز ہے یہ بات انہوں نے آفات اللسان کی بیسویں نوع میں اس مسئلہ کو "اشباہ" سے نقل کرنے اور اس کی علّت بیان کرنے کے بعد کہی ہے جس کی عبارت ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ "مگر یہ کہ ولی اجازت دے دے" اور اس کی مثال یہ ہے کہ: بچوں کے کوزوں سے پانی پینا ولی کی اجازت ہی سے جائز ہے، اور اسی طرح دوسری کھانے والی اشیا کا حال ہے بچّے جب وہ کسی کو دیں۔ (ت)

أَقُوْلُ: رَحِمَ اللّٰهُ سَيِّدِىْ وَرَحِمَنَا بِهٖ إِنَّمَا الْوَلَايَةُ نَظَرِيَّةٌ وَلَيْسَ لِلْوَلِىِّ إِتْلَافُ مَالِهٖ وَلَا أَنْ يَأْذَنَ بِهٖ غَيْرَهٗ كَيْفَ وَقَدْ تَقَرَّرَ أَنَّ التَّصَرُّفَاتِ ثَلٰثَةٌ: نَفْعٌ مَحْضٌ كَقَبُوْلِ هِبَةٍ فَيَسْتَبِدُّ بِهِ الصَّبِىُّ الْعَاقِلُ وَدَائِرٌ بَيْنَ النَّفْعِ وَالضَّرَرِ كَالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ فَيَحْتَاجُ إِلٰى إِذْنِ الْوَلِىِّ وَضَرَرٌ مَحْضٌ كَالطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ وَالْهِبَةِ فَلَاوَجْهَ لِصِحَّتِهٖ وَلَا بِإِذْنِ الْوَلِىِّ وَهٰذَا مِنَ الثَّالِثِ وَ وَجْهُ هٰذَا السَّهْوِ مِنْهُ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى قَوْلُ الْمَاتِنِ فِى الطَّرِيْقَةِ

الْمُحَمَّدِيَّةِ حَيْثُ ذَكَرَ السُّؤَالَ الْمَنْهِيَّ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ (حُرْمَةُ السُّؤَالِ لَاتَقْتَصِرُ عَلَى الْمَالِ بَلْ تَعُمُّ الْإِسْتِخْدَامَ خُصُوْصًا إِذَا كَانَ صَبِيًّا أَوْ مَمْلُوْكًا لِلْغَيْرِ. أَمَّاصَبِيُّ نَفْسِهٖ فَيَجُوْزُ) لِلْأَبِ وَالْأُمِّ وَالْجَدِّ وَالْجَدَّةِ (إِسْتِخْدَامُهٗ إِنْ كَانَ) الْمُسْتَخْدِمُ (فَقِيْرًا) لَا قُدْرَةَ لَهٗ عَلٰى شِرَاءِ خَادِمٍ أَوِ اسْتِئْجَارِهٖ (أَوْ أَرَادَ تَهْذِيْبَهٗ وَ تَأْدِيْبَهٗ.[1] بِخِلَافِ[2] اسْتِخْدَامِ مَمْلُوْكِهٖ وَأَجِيْرِهٖ وَزَوْجَتِهٖ فِي مَصَالِحِ الْبَيْتِ وَتِلْمِيْذِهٖ) فِي تَعْلِيْمِ قُرْاٰنٍ أَوْ عِلْمٍ أَوْ صَنْعَةٍ (بِإِذْنِهٖ) يَعْنِيْ بِرِضَاهُ (إِنْ كَانَ بَالِغًا أَوْبِإِذْنِ وَلِيِّهٖ إِنْ كَانَ صَبِيًّا) فَإِنَّ الصَّبِيَّ مَحْجُوْرٌ عَلَيْهِ مِنَ التَّصَرُّفِ فِي مَالِهٖ فِي مَنَافِعِ نَفْسِهٖ إِلَّا بِإِذْنِ الْوَلِيِّ.[3] اھ. مُلْتَقِطًا، مَزِيْدًا مِنْ شَرْحِهٖ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَالْإِذْنُ الَّذِيْ ذَكَرَهُ الْمَاتِنُ فِي اسْتِخْدَامِهٖ عَدَاهُ إِلٰى مَالِهٖ وَشَتَّانَ مَاهُمَا فَإِنَّ فِي الْأَوَّلِ نَفْعَهٗ مِنْ تَأْدِيْبِهٖ وَتَهْذِيْبِهٖ مَعَ ضَرَرِ اسْتِعْمَالِهٖ فَكَانَ مِنَ الْقِسْمِ الثَّانِيْ فَجَازَ بِإِذْنِ الْوَلِيِّ بِخِلَافِ الثَّالِثِ وَالَّذِيْ أَفَادَ مِنْ حِلِّ الشُّرْبِ مِنْ كُوْزِ الصَّبِيِّ وَأَكْلِ مَامَعَهٗ بِإِذْنِ الْوَلِيِّ.(ت)

میں کہتا ہوں: اللہ سیدی عبدالغنی پر رحم کرے اور ان کے وسیلے سے ہم پر بھی ولی کی ولایت صرف نظری (بچہ کی بھلائی کے لیے) ہے ولی بچہ کا مال تلف نہیں کر سکتا ہے اور نہ دوسروں کو دے سکتا ہے، یہ بات طے شدہ ہے کہ تصرفات تین قسم کے ہیں: نفعِ محض جیسے بچّہ کا ہبہ کا قبول کرنا، عاقل بچہ بذاتِ خود ہبہ قبول کر سکتا ہے۔ اور ایک وہ جس میں نفع کا بھی احتمال ہے اور نقصان کا بھی۔ جیسے خرید وفروخت اس میں ولی کی اجازت ضروری ہوگی۔ اور سراسر نقصان والی بات، جیسے طلاق، آزاد کرنا اور ہبہ کرنا، تو اس کی صحت کی کوئی صورت نہیں، ولی کی اجازت سے بھی نہیں، اور یہ تیسری قسم ہی میں شامل ہے، اُن کو یہ سہو اس لیے لاحق

---

(۱) حدیقۂ ندیہ/النوع العشرون من أفات اللسان/ج۲/ص۲۶۷ (۱۲ منہ)

(۲) ناظراً الی قوله: إذا كان صبيا أومملوكا للغير (۱۲ منه) غفرله. (م)
اس کے قول: "إذا كان صبيا أو مملوكا للغير" کی طرف نظر کرتے ہوئے۔(ت)

(۳) حدیقۂ ندیہ/النوع العشرون من أفات اللسان/ج۲/ص۲۶۷ (۱۲ منہ)

ہوا کہ ماتن نے ”طریقۂ محمدیہ“ میں منھی عنه کے سوال ذکر کیا ہے۔ پھر یہ لفظ کہے ہیں "حرمة السؤال لا تقتصر علی المال الخ سوال جو بے ضرورت شرعیہ حرام ہے یہ صرف مال مانگنے پر ہی موقوف نہیں بلکہ اجنبی سے کسی خدمت کا کہنا بھی حرام سوال میں داخل ہے خصوصاً دوسرے کے نابالغ بچے یا غلام سے۔ اگر کسی کا اپنا بچہ ہے تو باپ، ماں، دادا اور دادی کے لیے (اس سے خدمت لینا جائز ہے، اگر) خدمت لینے والا (فقیر ہو) خادم نہ خرید سکا ہو یا کسی کو ملازم نہ رکھ سکتا ہو (یا بچہ کی تہذیب و تربیت کا ارادہ ہو مگر اس شرط میں غلام، مزدور، بیوی سے گھر کا کام کاج کرانا شامل نہیں کہ ان سے بغیر احتیاج کے گھر کا کام لینا جائز ہے اور شاگرد سے خدمت لینا درست ہے مثلاً طالب علم سے قرآن سکھانے یا کوئی علم سکھانے یا کسی حرفت کے سکھانے کا کام لیا جائے (اس کی مرضی سے، اگر وہ بالغ ہے، ورنہ اس کے ولی کی رضا سے اگر وہ بچّہ ہے) کیوں کہ بچہ اپنی منفعت کے لیے بھی اپنے مال میں ولی کی اجازت کے بغیر تصرف نہیں کر سکتا ہے اھ ملتقطاً ہے اور شرح سے اضافہ ہے تو وہ اجازت جس کا ذکر ماتن نے کیا ہے اس کے استخدام میں، تو شارح نے اس کو مال تک بڑھا دیا ہے اور دونوں میں بہت فرق ہے، کیوں کہ پہلی صورت میں اس کا نفع ہے کہ اس کی تادیب و تہذیب ہے جب کہ اُس سے کام کرانے میں ضرر بھی ہے، تو یہ دوسری قسم میں داخل ہوا، اس لیے ولی کی اجازت سے جائز ہوگا، جب کہ تیسرا ایسا نہیں ہے، اور جس کا انھوں نے فائدہ دیا ہے وہ بچہ کے کُوزہ سے پانی پینے کا جواز ہے یا جو چیز بچّہ کے پاس ہے اس کے کھانے کا جواز ہے ولی کی اجازت سے۔ (ت)

فَأَقُوْلُ: مَحَلُّهُ إِذَا كَانَ الْمَاءُ وَالطَّعَامُ لِلْوَلِيِّ أَعْطَاهُمَا الصَّغِيْرُ عَلٰى وَجْهِ الْإِبَاحَةِ دُوْنَ الْهِبَةِ فَحِيْنَئِذٍ يَكُوْنُ لِلْوَلِيِّ أَنْ يَأْذَنَ لِمَنْ شَاءَ لِبَقَائِهِمَا عَلٰى مِلْكِهٖ بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ الشَّيْءُ مَمْلُوْكًا لِلصَّغِيْرِ فَلَا مَعْنٰى إِذًا لِإِذْنِ الْوَلِيِّ بِاسْتِهْلَاكِهٖ مِنْ دُوْنِ عِوَضٍ وَقَدْ تَقَدَّمَتْ مَسْأَلَةُ الذَّخِيْرَةِ وَالْمُنْيَةِ وَمِعْرَاجِ الدِّرَايَةِ فِيْ مَاءٍ جَاءَ بِهِ الصَّبِيُّ مِنَ الْوَادِيْ لَا يَجُوْزُ لِأَبَوَيْهِ الشُّرْبُ مِنْهُ إِلَّا فَقِيْرَيْنِ.

(ردالمحتار بالمعنیٰ، باب الشرب/ج۵/ص۳۱۲)

تو میں کہتا ہوں اگر پانی اور کھانا ولی کا ہے اور بطورِ اباحت (نہ بطور ہبہ) اس نے بچہ کو دے رکھا ہے تو ایسی صورت میں ولی کسی کو بھی اجازت دے سکتا ہے، کیوں کہ یہ دو چیزیں اب بھی ولی کی ملکیت میں باقی ہیں یہ اُس صورت سے مختلف ہے جب کہ یہ اشیا بچہ کی ملکیت میں ہوں تو ایسی صورت میں ولی کی اجازت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے کیوں کہ ایسی صورت میں ولی کی اجازت سے صغیر کے مال کو بغیر عوض ضائع کرنا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں اور ذخیرہ، منیہ اور معراج الدرایہ کا مسئلہ گزر چکا ہے کہ: "بچّہ وادی سے جو پانی لائے اس کو والدین کے لیے پینا جائز نہیں سوائے اس صورت کے کہ وہ فقیر ہوں۔" (ت)

غرض مسئلہ مشکل ہے اور اس میں ضرور حرج ہے اور حرج مدفوع بالنص ہے۔[1]

وانا اقول: وباللہ التوفیق پانی کہ مِلکِ صبی ہوا نجس نہیں کہ اُس کے گرنے سے اور پانی ناپاک ہوجائے حرمت اس وجہ سے ہے کہ مباح ومحظور مختلط ہوگئے ہیں یہاں تک کہ اگر ممکن ہو کہ مباح استعمال کیا جائے اور اس میں کوئی حصہ محظور کا نہ آنے پائے تو بلا شبہ جواز ہوگا اور ہم نے رحب الساحہ جواب سوال سوم میں بیان کیا ہے کہ: مشایخ عراق کے نزدیک حوض کبیر میں نجاست غیر مرئیہ کے موقع وقوع سے وضو جائز نہیں کہ پانی ٹھہرا ہوا ہے منتقل نہ ہوگی اور مشایخ بلخ وبخارا اور ماوراء النہر کے نزدیک سب جگہ سے جائز کہ پانی بالطبع سیّال ہے ہواؤں وغیرہا کی تحریک سے اُسے ایک جگہ نہ رہنے دے گا تو جہاں کہیں وضو کیا جائے وہاں نجاست ہونے کا یقین نہیں اگرچہ خاص موقعِ وُقوع سے ہو تو پانی کہ بالیقین طاہر تھا شک سے نجس نہ ہوگا اب یہاں اگر قولِ عراقیاں لیا جائے جب تو خاص اُسی جگہ کا پانی ممنوع الاستعمال ہوگا جہاں نابالغ کی مِلک کا پانی گرا ہے باقی اپنی اباحت پر باقی ہے لِمَّا عَلِمْتَ أَنَّهُ لَاتَعْدِيَةَ فِيْهِ فَكَانَ كَغَيْرِ مَرْئِيَّةٍ فِي حَوْضٍ كَبِيْرٍ (جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اس میں تجاوز نہیں یہ ایسا ہی ہے جیسا حوضِ کبیر میں نجاست غیر مرئیہ ہو) (ت) اور اگر قول جمہور لیا جائے اور وہی صحیح ہے تو بوجہِ احتمالِ انتقال اختلاط مِلکِ صبی کا یقین کسی موضعِ معین میں نہیں بلکہ موضع مجہول ومبہم میں ہے اور ایسے یقین پر جب اُس شے کے بقا وزوال میں شک طاری ہو یقین زائل اور حکمِ اصل حاصل ہوتا

---

(۱) نص سے یہ ثابت ہے کہ اللہ سبحانہ نے بندہ سے مشقت اٹھا رکھی ہے۔

ہے جیسے دائیں چلانے[1] میں بیل ضرور پیشاب کرتے اور اناج کا ایک حصہ یقیناً ناپاک ہوتا ہے مگر متعیّن نہ رہا تو بعد تقسیم یا اُس میں سے کچھ ہبہ یا صدقہ کرنے سے سب پاک ہوجائے گا کہ ہر ایک کہے گا ممکن کہ ناپاک دانے دوسرے حصے میں رہے یا گئے ہوں، یوں ہی چادر پر ناپاکی یقین ہے اور جگہ معلوم نہیں یا یاد نہ رہی اور تحرّی کسی طرف نہیں پڑتی کہیں سے پاک کرلی جائے پاک ہوجائے گی کہ اب اس متیقن مبہم کی بقا میں شک ہوگیا اور سب سے زائد وہ مسئلہ ہے کہ محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ”سیر کبیر“ میں ارشاد فرمایا کہ: ہم نے ایک قلعہ فتح کیا اتنا معلوم ہے کہ اس میں ایک ذمی[2] ہے مگر اُسے پہچانتے نہیں اُن کفار کا قتل حرام ہے ہاں اگر اُن میں سے بعض نکل جائیں یا کوئی قتل کردے تو اب باقیوں کا قتل جائز ہوگیا کہ وہ یقین مجہول اس شک سے زائل ہوگیا۔

وَقَدْ حَقَّقَهُ الْعَلَّامَةُ إِبْرَاهِيْمُ الْحَلْبِيُّ فِي الْغُنْيَةِ فَأَفَادَ وَأَجَادَ- عَلَيْهِ رَحْمَةُ الْجَوَادِ- فَرَاجِعْهُ فَإِنَّهُ مِنْ أَهَمِّ مَايُسْتَفَادُ- وَيَكْفِيْنَا مِنْهُ هِنَا قَوْلُهُ: تَنَجَّسَ طَرَفٌ مِنَ الثَّوْبِ فَنَسِيَهُ فَغَسَلَ طَرَفًا مِنْهُ بِتَحَرٍّ أَوْ بِلَا تَحَرٍّ طَهُرَ لِأَنَّ بِغَسْلِ بَعْضِهِ مَعَ أَنَّ الْأَصْلَ طَهَارَةُ الثَّوْبِ وَقَعَ الشَّكُّ فِي قِيَامِ النَّجَاسَةِ لِاحْتِمَالِ كَوْنِ الْمَغْسُوْلِ مَحَلَّهَا فَلَا يُقْضٰى بِالنَّجَاسَةِ بِالشَّكِّ كَذَا أَوْرَدَهُ الْإِسْبِيْجَابِي فِيْ "شَرْحِ الْجَامِعِ الْكَبِيْرِ" قَالَ: وَسَمِعْتُ الشَّيْخَ الْإِمَامَ تَاجَ الدِّيْنِ أَحْمَدَ بْنَ عَبْدِالْعَزِيْزِ يَقُوْلُهُ وُيَقِيْسُهُ عَلٰى مَسْأَلَةٍ فِي "السِّيَرِ الْكَبِيْرِ": هِيَ إِذَا فَتَحْنَا حِصْنًا وَفِيْهِمْ ذِمِّيٌّ لَايُعْرَفُ لَايَجُوْزُ قَتْلُهُمْ لِقِيَامِ الْمَانِعِ بِيَقِيْنٍ فَلَوْ قُتِلَ الْبَعْضُ أَوْأُخْرِجَ حَلَّ قَتْلُ الْبَاقِيْ لِلشَّكِّ فِي قِيَامِ الْمُحَرِّمِ كَذَا.هِنَا. (غنیۃ المستملی فروع من النجاسۃ/ص:۲۰۴)

اس کی تحقیق ابراہیم حلبی نے غُنیہ میں بہت اعلیٰ اور مفید طریق پر کی ہے جس کو دیکھنا ہو وہاں ملاحظہ کرے، یہاں اس کی صرف یہ عبارت نقل کرنا کافی ہوگی: "اگر کپڑے کا ایک

(۱) دائیں چلانا: اناج گاہنا، کھلیان پر بیلوں کو چلانا۔
(۲) ذمی: اس کافر کو کہتے ہیں جو مسلم ملک میں ٹیکس دے کر رہتا ہو۔

کنارہ ناپاک ہوگیا مگر بھُول گیا کہ کون سا کنارہ ہے تو تحرّی (1) کرکے یا بلا تحرّی ایک کنارہ دھولیا تو کپڑا پاک ہوجائے گا" کیوں کہ کپڑے میں اصل طہارت ہے اور جب ایک کنارہ دھولیا تو اب نجاست کے ہونے میں شک ہوگیا، کیوں کہ جو حصہ دھویا گیا ہے اس میں امکان ہے کہ وہی ہو جو نجس تھا، تو شک کی بنیاد پر نجاست کا حکم نہیں لگایا جائے گا" اسبیجابی نے "شرح جامع کبیر" میں ایسا ہی لکھا ہے، فرمایا کہ: میں نے اپنے شیخ تاج الدین احمد بن عبدالعزیز کو فرماتے ہوئے سنا وہ اس کو "سیَر کبیر" کے اس مسئلہ پر قیاس کرتے تھے کہ: اگر ہم نے ایک قلعہ فتح کیا اور اس میں ایک ذمی ہے مگر معلوم نہیں کہ کون ہے، تو اس قلعہ کے لوگوں کا قتل جائز نہیں، کیوں کہ یقین کرنے کا مانع موجود ہے، اور اگر بعض کو قتل کردیا گیا یا نکال دیا گیا تو باقی کو قتل کرنا جائز ہے کیوں کہ مُحرِّم (2) کی موجودگی میں شک ہے۔ (ت)

جب یہ قاعدۂ نفیسہ معلوم ہولیا یہاں بھی اُس کا اِجرا کریں جتنا پانی اُس نابالغ نے ڈالا ہے اسی قدر یا اُس سے زائد اُس حوض یا کنویں سے (3) نکال کر اُس نابالغ (4) کو دے دیں یہ دینا یقیناً جائز ہوگا کہ اگر اِس میں مِلکِ صبی ہے تو صبی ہی کے پاس جاتی ہے بخلاف بہا

---

(1) تحرّی: کسی چیز پر دل کا جم جانا۔

(2) محرّم: حرام کرنے والی شے۔

(3) اگر کہیے مائے مباح سے جو لے گا مالک ہوگا تو یہ پانی کہ کوئی شخص کنویں یا مباح حوض سے بھر کر نابالغ کو دے گا اپنی ملک دے گا اور ایک شے پر دو مِلکیں جمع نہیں ہوسکتیں تو یہ پانی مِلکِ صبی [بچے کی ملک] نہ تھا پھر اس کے نکلنے سے مِلکِ صبی کا نکل جانا کیوں کر محتمل ہوا۔

اقول: جب کہ اس پانی میں مِلکِ صبی مخلوط [ملا ہوا] ہے تو اب مائے مباح نہیں مائے محظور [اس پانی کا استعمال ممنوع ہے] ہے بھرنے والا اس کا مالک نہ ہوگا ج و بھرا محتمل ہے کہ وہی مائے مملوک صبی ہو یا مائے مباح کا حصہ اول پر بھرنے والا اُس کا مالک نہیں ہوسکتا ہے اور دوم ہے تو ہوگا اور مِلک شک واحتمال سے ثابت نہیں ہوسکتی لہٰذا وہ احتمال قائم رہا کہ یہ وہی پانی ہے جو ملک صبی تھا [۱۲ منہ غفرلہ] (م)

(4) **اقول**: بلکہ اگر خود نابالغ نے دوبارہ اُتنا یا اُس سے زائد پانی اُس میں سے بھر لیا تو اب بھی رفعِ مانع ہو جانا چاہیے کہ اگرچہ نابالغ کے لیے پانی ممنوع نہیں جیسا کہ تنبیہ پنجم میں گزرا اور وہ جو دوبارہ بھرے گا ضرور اس کا مالک ہوگا مگر یہ اُس احتمال کا مانع نہیں کہ اس بار وہی پانی آیا جو اس نے پہلے ڈال دیا تھا اور یہی احتمال رفعِ منع کو بس ہے واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

دینے یا ڈول کھینچ کر پھینک دینے کے کہ وہ مِلکِ صبی کا ضائع کرنا ہے اور یہ جائز نہیں اب کہ اُس قدر یا زائد پانی اُس صبی کو پہنچ گیا اُس کے ڈالے ہوئے پانی کا باقی رہنا مشکوک ہوگیا تو وہ یقین کہ موضعِ مجہول کے لیے تھا زائل ہوگیا اور حوض وچاہ کا باقی پانی جائز الاستعمال ہوگیا۔

ثم اقول: اس پر واضح دلیل مثلیات[1] مشترکہ مثلاً گیہوں وغیرہ میں وارث کبیر کا اپنا حصہ وارث نابالغ کے حصے سے جدا کرلینے کا جواز ہے اور اس کی یہ تقسیم جائز ومقبول رہے گی اگر نابالغ کا حصہ اُس کے لیے سلامت رہے تلف نہ ہوجائے جامع الفصولین میں فتاوٰی اور جامع الصغار میں ذخیرہ سے ہے:

كَيْلِيٌّ أَوْ وَزْنِيٌّ بَيْنَ حَاضِرٍ وَغَائِبٍ أَوْبَيْنَ بَالِغٍ وَصَبِيٍ أَخَذَ الْحَاضِرُ أَوِ الْبالِغُ نَصِيْبَهُ فَإِنَّمَا تَنْفُذُ قِسْمَتُهُ بِلَاخَصَمٍ لَوْسَلِمَ نَصِيْبُ الْغَائِبِ وَالصَّبِيِّ حَتّٰى لَوْهَلَكَ مَابَقِيَ قَبْلَ أَنْ يَصِلَ إِلىٰ الْغَائِبِ أَوِ الصَّبِيِّ هَلَكَ عَلَيْهِمَا. (جامع الصغار مع جامع الفصولین/مسائل القسمۃ/ج۱/ص۲۴۰)

کوئی مکیل[2] یا موزون شے حاضر وغائب کے درمیان یا بالغ اور بچّہ کے درمیان مشترک ہے تو حاضر یا بالغ نے اپنا حصّہ لے لیا اور اس کی تقسیم بلاخصم نافذ ہوجائے گی بشرطے کہ غائب اور بچہ کا حصہ باقی رہا اور اگر غائب اور بچہ تک پہنچنے سے قبل ہی وہ حصہ ہلاک ہوگیا تو ان کا حصہ ہی ہلاک ہوگا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ یہاں بھی مِلک صبی ایسی ہی مختلط تھی کہ جُدا کرنا ممکن نہ تھا اور بالغ کو اس میں تصرف ناروا تھا بقدرِ حصۂ صبی اُس میں سے الگ کردینا حصۂ صبی کا جدا ہوجانا اور بالغ کے لیے جوازِ تصرف کا سبب ہوا۔

أَقُوْلُ: وَلَاشَكَّ أَنَّ الْمَاءَ مِثْلِيٌّ بِمَعْنٰى أَنَّ أَجْزَاءَهُ لَاتَتَفَاوَتُ وَبِهٖ جَزَمَ

(۱) مثلیاتِ مشترکہ: یعنی ناپ اور تول کر بیچی جانے والی چیزیں۔
(۲) مکیل: ناپ کر بیچی جانے والی چیز اور موزون یعنی تول کر بیچی جانے والی چیز۔

كَثِيْرُوْنَ كَمَا فِي الْخَيْرِيَّةِ مِنْ إِحْيَاءِ الْمَوَاتِ فِي الْوَلْوَالِجِيَّةِ وَكَثِيْرٍ مِنَ الْكُتُبِ لَوْصَبَّ مَاءً رَجُلٌ كَانَ فِي الْحُبِّ يُقَالَ لَهُ إِمْلَأِ الْمَاءَ فَإِنَّ صَاحِبَ الْحُبِّ مَالِكٌ لِلْمَاءِ وَهُوَ مِنْ ذَوَاتِ الْأَمْثَالِ فَيَضْمَنُ مِثْلَهُ.[1] اھ وَإِنْ كَانَ قِيَمِيًّا لِأَنَّهُ لَايُكَالُ وَلَايُوْزَنْ كَمَا فِي الْخَيْرِيَّةِ مِنَ الْبُيُوْعِ عَنْ جَامِعِ الْفُصُوْلَيْنِ عَنْ فَوَائِدِ صَاحِبِ الْمُحِيْطِ وَفَتَاوٰى رَشِيْدِ الدِّيْنِ أَلْمَاءُ قِيَمِيٌّ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَأَبِيْ يُوْسُفَ رَضِىَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَفِيْهِ عَنْ مُخْتَلَفَاتِ الْقَاضِيْ أَبِي الْقَاسِمِ الْعَامِرِيِّ عَنْ أَبِيْ يُوْسُفَ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ أَلْمَاءُ لَايُكَالُ وَلَا يُوْزَنُ قَالَ الطَّحَاوِيْ مَعْنَاهُ: لَايُبَاعُ بَعْضُهُ بِبَعْضٍ وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى أَلْمَاءُ مَكِيْلٌ.[2] اھ وَبِالْجُمْلَةِ لَاشَكَّ أَنَّهُ يَقْبَلُ الْإِفْرَازَ كَالْحَبِّ بَلْ أَبْلَغُ فَرُبَّمَا تَتَفَاوَتُ قَلِيْلًا حَبَّاتُ طَعَامٍ وَاحِدٍ بِخِلَافِ قَطْرَاتِ مَاءٍ وَاحِدٍ.

اقول: اور اس میں شک نہیں کہ: پانی مثلی ہے یعنی اس لیے کہ اُس کے اجزا میں تفاوت نہیں، اور بہت سے مشائخ نے اسی پر جزم کیا ہے، جیسا کہ خیریہ (احیاء الموات) اور ولوالجیہ میں ہے اور بہت سی کتب میں ہے، اگر کسی شخص نے مٹکے کا پانی گرا دیا تو اس سے کہا جائے گا کہ: مٹکا بھرے، کیوں کہ مٹکے کا مالک پانی کا بھی مالک تھا، اور پانی مثلی اشیا میں سے ہے تو وہ اس کے مثل کا ضامن ہوگا۔ اھ۔ اگرچہ وہ قیمت والی چیز ہے، اس لیے کہ وہ نہ مکیل ہے اور نہ ہی موزون ہے جیسا کہ خیریہ کی بیوع میں جامع الفصولین سے، فوائدِ صاحب المحیط سے اور فتاویٰ رشید الدین میں ہے کہ: پانی ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک قیمت والی چیز ہے اور اس میں مختلفات ابی القاسم العامری سے ابو یوسف سے ابو حنیفہ سے ہے کہ: پانی نہ کیلی ہے نہ وزنی ہے۔ طحاوی نے فرمایا: اس کا مفہوم یہ ہے کہ: پانی کا

(۱) فتاویٰ خیریۃ/فصل فی الشرب/ج۲/ص۱۸۶ (۱۲منہ)
(۲) فتاویٰ خیریۃ/کتاب البیوع/ج۱/ص۲۲۸ (۱۲منہ)

بعض، بعض سے بیچا نہیں جاتا ہے اور محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ: پانی کیلی ہے اھ خلاصہ یہ کہ: پانی کو الگ کیا جا سکتا ہے جیسے مٹکے میں، بلکہ زیادہ ہے کیوں کہ بسا اوقات کھانے کی ایک ہی چیز کے دانوں میں فرق ہوتا ہے لیکن پانی کے قطرات میں نہیں ہوتا۔ (ت)

ثم اقول: یہ طریقہ اِثم سے بچنے کو ہے اور اگر بغیر اس کے کوئی شخص نادانستہ یا دیدہ ودانستہ براہِ جہالت خواہ بے پرواہیِ احکامِ شریعت اُس میں سے اُتنا پانی یا اُس سے زائد بھر کر لے گیا تو اگرچہ وہ گنہ گار ہو باقی پانی جائز الاستعمال ہو گیا کہ اُتنا نکل جانے سے حوض وچاہ میں اُس کی بقا پر یقین نہ رہا کَمَا قَالَ: مُحَمَّدٌ لَا یَجُوْزُ قَتْلُھُمْ فَلَوْقُتِلَ الْبَعْضُ حَلَّ قَتْلُ الْبَاقِی. (غنیۃ المستملی/فروع من النجاسۃ/ص:۲۰۴)

(جیسا کہ امام محمد فرماتے ہیں: ان کا قتل جائز نہیں، اگر بعض قتل ہو جائیں تو باقی کا قتل جائز ہو گا۔ ت)

تنبیہ اقول: یہیں سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ: جَریان نہ ضرور نہ کافی اگر صبی کا پانی اتنا قلیل تھا کہ چھلکنے میں نکل سکتا ہے تو جَریان کی حاجت نہیں۔ اور اگر اتنا کثیر تھا کہ جتنے خروج پر جَریان صادق آتا ہے اس میں نہ نکلے گا تو یہ جَریان کافی نہیں جب تک اُس قدر نکل نہ جائے۔

أَقُوْلُ: وَبِهِ فَارَقَ النَّجَاسَةَ لِأَنَّ زَوَالَ وَصْفِهَا وَحُصُوْلَ ضِدِّهَا بِالْجَرْيَانِ لِمَعْنًى فِيْهِ وَهُوَ أَنَّهُ لَايَقْبَلُ النَّجَاسَةَ بِحُكْمِ النَّصِّ وَمَا قَامَ بِهِ طَهَّرَ بَعْضُهُ بَعْضًا وَلَايَلْزَمُ مِنْهُ حِلُّ الْاِنْتِفَاعِ بِمِلْكِ الصَّبِيِّ فَلَا بُدَّ مِنْ خُرُوْجِ قَدْرِ الْمَصْبُوْبِ، هٰذَا مَاظَهَرَلِى وَقَدِ انْكَشَفَتْ بِهِ الْغُمَّةُ عَلٰى أَحْسَنِ وَجْهٍ مَطْلُوْبٍ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَهُ كَاشِفِ الْكُرُوْبِ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى أَكْرَمِ مَحْبُوْبٍ، وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ هُدَاةِ الْقُلُوْبِ، اٰمين.

میں کہتا ہوں: اور اسی وجہ سے نجاست سے دور ہو گیا، کیوں کہ نجاست کے وصف کا زائل ہونا اور جاری ہونے کی وجہ سے اس کی ضد کا حاصل ہونا ایک معنی سے ہے جس کا مفہوم

یہ ہے کہ: وہ وصف یعنی جریان نجاست کو قبول نہیں کرتا ہے، کیوں کہ نص میں یہی ہے، اور جو اس کے ساتھ قائم ہے اس کے بعض نے بعض کو پاک کر دیا ہے، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ: بچہ کی ملک سے نفع حاصل کرنا جائز ہو، تو جتنا بہا ہے اُس کی مقدار میں نکلنا ضروری ہے، یہ بحث وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوئی، اور اس سے عمدہ طور پر پریشانیاں دُور ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے جو مصیبتوں کو دُور کرنے والا ہے اور اس کے محبوب ترین پر اور اس کی آل و صحابہ پر صلوٰۃ و سلام۔ آمین (ت)

الحمد للہ نمبر ۳۲ سے یہاں تک نابالغ کے پانی کا بیان جس تفصیل و تحقیق سے ہوا کتابوں میں اُس چند سطروں سے زائد نہ ملے گا۔ ممکن ہے کہ اسے رسالہ مستقلہ کیجیے اور ''عَطَاءُ النَّبِيِّ لِإِفَاضَةِ أَحْكَامِ مَاءِ الصَّبِيِّ'' (۱۳۳۴ھ) نام رکھیے، وللہ الحمد۔ رسالۂ ضمنیہ عطاء النبی لإفاضة أحکام ماء الصبی تمام ہوا۔

تمت بالخير

وقت فاؤنڈیشن ایک دینی، تعلیمی اور اشاعتی انجمن ہے جو خالص دینی جذبے کے تحت کام کر رہی ہے، اس کا قیام یکم جمادی الآخرہ ۱۴۳۲ھ/۲۲/اپریل ۲۰۱۲ء کو جامعہ اشرفیہ کے کچھ باذوق فضلا کے ذریعہ عمل میں آیا۔اس کے مندرجہ ذیل شعبہ جات ہیں

- حافظِ ملت ریسرچ اکیڈمی۔
- علامہ ارشد القادری لائبریری۔
- شعبۂ تحقیق رضویات بیادگار علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی علیہ الرحمۃ والرضوان

اور مستقبل قریب کے عزائم ومقاصد یہ ہیں:

- شعبۂ تصنیف وتالیف کا قیام۔
- اکابر کی غیر مطبوعہ اور قدیم مطبوعہ کتابوں کو نئے رنگ و آہنگ کے ساتھ منظرِ عام پر لانا۔
- حضور حافظ ملت اور دیگر اکابرین اہل سنت کی کتابوں کا عربی، انگریزی اور دیگر زبانوں میں ترجمہ کر کے شائع کرنا۔
- دینی علوم کے ساتھ ساتھ دنیوی علوم سے نونہالان ملت کو آراستہ کرنے کے لیے نرسری اور پرائمری انگلش میڈیم اسکول بنام امام اعظم ابو حنیفہ انٹرنیشنل اسلامک اسکول کا قیام۔
- دینی واصلاحی مضامین پر مشتمل ماہ نامہ کا اجرا۔

انھیں اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لیے ہم قوم و ملت کے بہی خواہوں اور علمائے کرام کے مفید مشوروں کے متمنّی ہیں۔

کتاب کے اہم گوشے
مباح چیز احراز و استیلا سے مِلک ہوجاتی ہے۔(ص ۳۶)
جب چھوٹے بچے کو کسی نے میوہ جات ہدیہ کیے تو کیا اس کے ماں باپ کو اس میں سے کھانا جائز ہے؟ (ص ۶۵)
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ: مخالطت یہ ہے کہ: تم اس کے پھل اس کا دودھ اور اس کے پیالہ میں کھاؤ اور وہ بھی اسی طرح تمہارے ساتھ تمہارے پھل کھائے اور تمہارا دودھ پیے اور تمہارے پیالے میں کھائے۔(ص ۶۹)
یہاں سے اُستاد سبق لیں۔ معلموں کی عادت ہے کہ: بچّے جو اُن کے پاس پڑھنے یا کام سیکھنے آتے ہیں اُن سے خدمت لیتے ہیں یہ بات باپ دادا یا وصی کی اجازت سے جائز ہے جہاں تک معروف ہے اور اس سے بچّے کے ضرر کا اندیشہ نہیں مگر نہ اُن سے پانی بھروا کر استعمال کرسکتے ہیں نہ اُن کا بھرا ہوا پانی لے سکتے ہیں۔(ص ۷۸)
بہشتوں کے بچّے اکثر کنویں پر پانی بھرتے ہیں لوگوں کی عادت ہے کہ: ان سے وضو یا پینے کو لے لیتے ہیں، یہ حرام ہے اور عوام کو اس میں ابتلائے عام ہے۔(ص ۸۰)
حافظ الملۃ
شعبۂ تحقیق رضویات بیادگار علامہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی علیہ الرحمۃ والرضوان